

شوکی براہ روز سیرینے میں



شوکی براہ روز سیرینے میں

حُوئے کامیڈیا

اشتیاق احمد

وہم ، محتوا دت اور واقعیات فرضی ہیں



بُجھ سخن	بُکت پر بُلٹر	مشغولی
نام ناول	دھوکیں کا بینار	
اشیاق احمد	ٹابن	
بڑا اول	بکم آگت ۱۹۷۵	
سلیمان	راہبہ شیرپی نظر رہ جو	
آہل	غم و بودیہ چنبلی لاہور	
ستابت	سید نادار ، رائے گوڈ	
تیرت	پھے روپے	
تیرت سالون	۲۵۰ روپے	

اشیاق بیل کیشیر، راجھوت مارکیٹ، اردو بazar لاہور

حدیث شریف

حضرت ہبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ، نبی کرم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : اس مسلمان کو پھر
اگل ریسمی دو دفعہ کی آگ ، نہ پھوئے گی ،
جس نے مجرم کو دیکھا یا اس شخص کو دیکھا ہو جس
نے مجرم کو دیکھا ہو —

(ترمذی)

یعنی ، صحابہ کرام اور صحابہ کرام کو دیکھنے
والوں کو دو دفعہ کی آگ نہیں چھوئے گی ۔



دو باتیں

السلام علیکم

اگر یہ کوئی کام نہ اچھے آئندہ کام اسکے تاریخ
کے قبیر کو نہیں پہنچ سکتے تو یہ ایک
منقص اور غفارنگ کا کام ہو گئے، یوں کہ میں جانا
ہو رہا، اپنے بستہ ذہن پر یہ، اُنکے پڑیا کے پر
لکھ لیتے رہے، یہ رسم کا کام کا کام ہاتے رہے،
اور دو باتیں فضول کا کام کے لیے نہیں۔ کام کے
اچھے کے لیے رہے۔ مجھے احتمال ہو، وہ اپنے جو نی
اچھے کے تاریخ کر دیتے ہے۔ فرم کے بارے میں یہ
غور کرنا شروع کر دیتے ہے، اپنے کایہ غور کر، تو پورا
کام جائے گا، اپنے کام کا ایک حصہ مجھے بخوبی جائے گا۔
سوال ہے کہ یہ تجربہ کیا رہا، اپنے کو پسند کیا
یا نہیں۔ اپنے کام کو حوالہ ملچھ ہو گئے، یہ کام میں

کام ہو رہا اور مٹکا۔ کام ہو رہا۔ آخر کام آپسے
مجھے مکارے بیٹھ نہیں رہیں گے، یوں کہ اس کے بین
کوئی کام نہ رکھا۔ کام نہیں ہو گا۔ کام کے مکارے مٹکا
زبردست کے مجھے نہیں ہو گئے۔ بیکھر کر آپسے کام
کے اضافہ پڑھ رہے ہیں پہنچے ہیں۔ بلکہ مکارے
بھی نہیں۔ ہم لوگوں کو چھوڑ پر چھوڑ سے جانے
پہنچے ہیں۔ ہم لوگوں کو چھوڑ پر چھوڑ سے جانے
پہنچے ہیں۔ دراصل فضول کا کام ہاتھی ہے۔

شمسی

ایک منٹ جناب

۔ کیا آپ باکل اصلی شوگی برادر نہیں ہیں ؟

۔ حق کیا مطلب ہے ؟

ہم یورت زدہ رہ گئے۔ ابھی پختہ لئے پسے بجہ ہم دفتر
میں بیٹھے نکیاں مار رہے تھے تو ان صاحب نے انہیں آئے کی
اباعت پاہی تھی۔ لے کے قد کے بھرے بھرے جسم واسی ہے
صاحب، ہمیں ایک معقول آدمی نظر آتے تھے۔ لیکن انہوں نے اگر
بیٹھنے کے بعد ان کا بجھ سنتے ہی ہمیں سوسی ہوا، کیس ہم
نے ان کے پارے میں غلط راستے تو قام نہیں کر لی۔

۔ آپ کیا کہنا پاچتے ہیں جناب ؟ یہی نے منٹ بنایا۔

۔ صرف اور صرف یہ ۔ کہ کیا آپ ووگ باکل اصلی شوگی
برادر نہیں ہیں ؟

۔ لیکوں ۔ کیا آپ کے خیال میں نقلی شوگی برادر بھی ہو
سکتے ہیں ؟

میں دو گناہ متلف ہوتا ہے۔ اصلی میں مشتری چند روپے۔
تو جاپ۔ ان حالات میں کس طرح بھجو سکتا ہوں کہ آپ
اصلی شوکی برادر ہیں، آپ کو تو معلوم ہی ہو گا کہ ذمہ
کا جلا چھاپھر بھی پھونک پھونک کر پہنچتا ہے۔
چھاپھر کیا ہے ارشد بول آٹھا۔

بھی تم چھاپھر بھی نہیں سمجھتے۔ ربی کو بلو کہ جب اس
میں سے مکن نکال یا جاتا ہے تو پہنچ جانے والی پیز کو
چھاپھر لئتے ہیں، اسے دیباتیوں میں بہت شوق سے پیا جاتا
ہے: میں نے جھا کر کہا۔
ادبو۔ جی وہ۔ دراصل تم اسے پالا کی تھی کہتے ہیں؟ ارشد
سکلایا۔

کہتے ہو گئے، خاموش رہو، دیکھتے نہیں، اک قدر ضروری
بات پیش ہو رہی ہے۔ ان تو ہم کیا بات کرو ہے تھے:
آنکتاب نے بھڑی جلدی کی۔

جب آپ کو یہی یاد نہیں رہا کہ بات کرو ہے تھے
تو یہ کس طرح کہ سمجھتے ہیں کہ کس قدر ضروری بات پیش ہو
رہی تھی؟ ارشد رہ نہ کے۔

لیکن آج تم میں بھاری روئی تو نہیں کھس گئی۔ میربانی
فرما کر انھیں سمجھاؤ: اخلاق نے اسے کھو رہا۔

بالکل ہو سکتے ہیں، اس ہیے کہ آج کے بعد میں ہر بھر
کی نقل سیدار کری جاتی ہے، بازار میں ملنے والی تمام خیر مغلی
و ہیزیں ہمارے لئے میں تیار ہوتی ہیں اور کافی آدمی ان
ہیزیوں کو خریدتے وقت سوپنا بھی نہیں سکتا کہ وہ اپنے
لئے میں بنی ہوئی خیر مغلی و ہیز خرید رہا ہے۔ ابھی کل کی
بات ہے۔ میں نے یہ نت کی ایک خیر مغلی شیشی خریدی، مگر
لایا تو گھر کے ایک فرد نے جو سے کہا۔ یہ تو نقل ہے۔ میں
نے جیران ہو کر اس سے پوچھا، نقل کیے۔ اس پر اس
نے کہا، اسے زمین پر دے ماریے، اگر یہ ثوث گھنی تو
نسل ہے، وہندہ اصلی۔ میں نے کہا، یہ کیا بات ہوئی، سمجھنے
کا، اصلی شیشی پلاٹ کی بنی ہوئی آدمی ہے۔ بہرہ
ہمارے لئے میں تیار ہونے والی شیشی کی ہے۔ یہ نت
ہی میں نے شیشی زمین پر دے ماری۔ وہ ثوث گھنی۔ اسی
کے مگرے اٹھا کر دکاندار کے پاس گی اور اسے ساری
بات بتائی اور مطالیہ کیا کہ اس کی بدل اصلی شیشی دے۔
اس نے جھا کر کہا، پہنچے، سالم حالت میں واپس کریں۔
تبھی آپ کراصلی مل سکتے ہے، میں نے بل کر کہا۔ پہنچے
ہی اصلی رکھوں، دی۔ دھنالی سے کھنے کا، اگر پہنچے ہی
اصلی دے دیں تو نقل کی طرح فرہخت ہوں گی، نقل میں

جی کی کوہ ارشد مگرای۔

چاری روؤں کو:

شاید ہیں کسی غلط بگ آگی: ابھی بڑ بڑا یا۔

اگر آپ کو نسلی شوکی برادرز کی ضرورت ہے تو واقعی آپ غلط بگر پر آگئے ہیں۔ اشراق بھٹا آغا۔

اس۔ اس کا مطلب ہے، آپ ووگ بالل امی ہیں۔
وہ جوان رہ گیا۔

یک جناب! اس میں حرمت کی کیا بات ہے؟
حرمت کی بھی ایک ری کی۔ بھنی حرمت کی بات تو بات

بے بات بھی ہو سکتی ہے: دہ بولا۔
ادے ادے۔ آپ تو شاید ہم سے بھی دہ آتھ آگئے

ہیں۔
دو ہاتھ آگے۔ ہم تو۔ ہم تو اس وقت ایک دوسرے

کے سامنے بیٹھے ہیں۔ د آگے دیجیے۔ اس نے چاروں طرف دیکھ کر کما۔

آپ غلط بھے۔ میرا اشارہ محاوروں کی طرف تھا۔ معاشرہ کے استعمال میں آپ ضرور ہم سے دو ہاتھ آگے ہیں:

پکھ کر نہیں سکتا۔ اس نے کہے اچکائے۔
جی کی مطلب۔ پکھ کیوں نہیں کہ سکتے۔ آپ تو اب

مل بست پکھ کر بچے ہیں اور کھنے کا یہ سند ابھی دم توڑت
نفر نہیں آتا۔ بلکہ شیطان کی آنت کی طرح ہے ہوتا جا رہا ہے:
آفتاب نے جلدی بدل دی گما۔

لاحول ولا قوۃ۔ میں نے پھر من بنایا۔
وہ آپ نے کیوں کہا: دہ پوکا۔

بست بمارک کر ہے۔ اس کا دہ کریں تو بست ثواب مل
ہے۔ یہکہ ہم نے اس کا استعمال بے ہاں کا شروع کر لکا ہے
وہاصل شیطان کی آنت کا نام کیا تھا۔ ہیں نے سوچا۔ جب
شیطان سے بچنے کے لیے لاحول ولا قوۃ پڑھا جاتا ہے تو شیطان
کی آنت کے لیے بھی۔ میں مت کرتا رک گی۔

شاید ہم دہ دھل گئے:
جی نہیں۔ ابھی اتنا دہ نہیں بھکے کر داپس نہ آسکیں۔ آفتاب
نے فدا کما۔

خبر۔ اس ٹنگلو کے بعد میں یہ بات تسلیم کر لینا ہوں
کہ آپ ووگ اصلی شوکی برادرز ہیں۔ اب میں اپنے اہل مقصد
کی طرف کاتا ہوں۔ اس نے پُرہ سخون آواز میں کہا۔

ایک منٹ جناب! اپنے اہل مقصد کی طرف آنے سے
پہلے آپ میرے ایک سوال کا جواب دیں: آفتاب بدل آغا۔
جی فرمائیے:

”اپ کا ہم کیا ہے؟
میں حاجی سراب ہوں:
ادھو۔ اپ تو ماشاء اللہ حاجی نیں۔ اشناق خوشی ہو گی۔
اپ غلط کچے۔ اس نے بدھی سے کہا۔
کی مطلب۔ میں غلط کس طرح بھر گی۔ اس میں غلط کچنے
والی کیا بات ہے؟
م۔ میں۔ حاجی نہیں ہوں۔ یہ میرا نام ہے۔ میری ماں
کا دکھا ہوا نام۔“

اپ کے پاس کی ثبوت ہے کہ آپ باکل اصلی حاجی سراب
ہیں، کیونکہ بقول آپ کے آج کے دو میں ہر چیز نتی میں
باقی ہے۔ آفتاب نے پر زور لجھے میں کہا اور ہم سکرانے
لگے۔

”میرے پاس شناختی کا رذہ ہے میرا۔“ اس نے برا مان کر
کہا۔

”وہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ جمل بھی ہو سکتا ہے۔“ آفتاب
بولा۔

”اوہ۔ اپ تو میرے بھی کافی سامنے لے گے۔“
”نہ نہیں تو۔“ چاری ایسی مجال کہاں کہ آپ کے کافی
کافی نہیں۔ اخلاق بولا۔

۱۲

”خیر خیر۔ اب اگر اجازت ہو تو میں اصل مقصد کی طرف
آؤں۔“

”خودو۔ وہ تو آنا ہی ہو گا۔“
”شکریہ! بات یہ ہے کہ آپ لوگوں کو میرے ساتھ
چلن ہو گا۔“ کارہ میں۔

”چلن ہو گا، یہ کہاں کے لیے؟“
”بس۔ ایک بُجھ بانا ہے۔ اتنے سے کام کے میں آپ کو
پانچ ہزار روپے دوں گا۔“ اس نے کہا۔

”یکی اتنا سا کام تو کوئی دو سو روپے میں آپ کا کر
دے گا۔ آپ پانچ ہزار یکوں فائع کرتے دیں تھے میں نے
میران ہو کر پوچھا۔“

”نہیں۔ میں صرف اور صرف آپ کو کے جانا پاہتا ہوں،
اگر آپ کو یہ سوہا منظور نہیں تو پھر نہدا حافظ۔“ یہ کہ کر
وہ اٹھنے کا۔

”ایک منٹ بجا بھاب۔ ہم نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا،
کیا آپ بھے اجازت دیں گے۔ میں ایک منٹ کے لیے گھر کے
اندر ہو آؤں۔“

”خود بجل بھے کیا اعزازی ہو سکتا ہے۔“ اس نے کہ کے
اچکائے۔

میں آئھو کر اندر وطنی دروازے کی طرف بڑھا اور دروازے پر دباؤ ڈالا ہی تھا کہ آتی جان کی مسکراتی صفت نظر آئی :

"شش شوکی - تم کسی - گز نہیں۔ ہیں میں کہنا چاہتی ہوں۔" جانے آج میری پائیں آنکھ کو کیا ہو گی ہے۔ انہوں نے دلی کوادر میں کہا۔

"میں کیا مطلب ہے میں چونکا۔"

"پھر وک رہی نہیں رہی۔ حالانکہ میں پوری گاشش کر پہلی ہوں۔"

"یہ آپ کی کہ رہی ہیں؟ میں جیراں رو گی۔"

"یکسیں۔ میں نے کوئی غلط بات نہ دی۔"

"یہ آپ اسے پڑھنے پر بھر کر قی ہیں؟"

"نہیں، یہکہ میں خلرے کا احساس کرنے کے لیے اس کی طرف متوجہ ضرور ہو جاتی ہوں۔ بہر ماں آج یہ نہیں پھر وک رہی۔ اس داییں آنکھ ضرور حرکت کر رہی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے۔ آپ کی طرف سے کیس نے یعنے کی اجازت ہے؟"

"ہیں بالکل ہے۔"

"ابا جان اندر ہیں ہے میں نے بدھا۔"

"نہیں۔ وہ کہیں گئے ہیں ہے۔"

"تب پھر۔ ہم کیس نے رہے ہیں۔ اللہ مالک ہے۔ دیکھ بانے کیا بات ہے۔ مجھے خون محسوس ہو رہا ہے۔"

"تو یہ ہوا۔ نئی بات تو نہیں۔"

"بھی ہاں! یہ بھی نیک ہے۔ اچھا خیر۔"

"کہ کہ کر میں داپس مردا اور اپنی کرکی پر بیٹھ گی؛"

"یہ کی آپ تو اندر گئے ہی نہیں۔"

"اس کے بغیر ہی کام ہو گیا۔ ہم آپ کے ساتھ پہنچنے کے لیے تیار ہیں، لیکن یہکہ شرط پر۔"

"ضرور۔ شرط بیان کریں۔"

"آپ کو بصفت معاوضہ پہنچے ادا کرنا ہو گا۔"

"یہ بہت معمولی شرعاً ہے۔ میں پورا معاوضہ اسی وقت ادا کیے دیتا ہوں۔"

"اور آپ نہیں یہ نہیں بتائیں گے کہ جانا کہاں ہے۔"

"نہیں۔ ہے بات تو آپ کو داں پہنچ کر ہی معلوم ہو گی۔"

"اس کا مطلب ہے۔ آپ نہیں کسی خلرے میں ڈال رہے ہیں۔"

"میں آپ دگون کے ساتھ ہوں گا۔"

"خیر۔ ہم تیار ہیں۔"

"تو پھر۔ یہ لیئے۔ اس نے کہا اور جیب سے سو سو روپے

وائے تو فیں کا ایک پورا بیکٹ مکال کر ساختے رکھ دیا۔
” یہ ۔ یہ گی ، یہ تو وس ہزار ہیں ۔“

” ہاں ! پانچ ہزار آپ کا انعام ہو گا، اگر ہم کا میاب دوئے،
تو وس ہزار کے دس ہزار آپ کے، وہ میں انعام والے پانچ ہزار
والپیں لے دوں گا اور پانچ ہزار آپ کے رہی گے ۔“
” انہوں نے میں نے سرد آہ ہبڑی ۔“

” انہوں کس بات پر ۔“ اس نے آنکھیں لکھ لیں۔

” ہمیں یہ شرط منظور نہیں ۔ ہم اپنی شرالٹ پر محادلے کیا
کرتے ہیں ۔“

” نیز ۔ آپ اپنی شرالٹ تباہیں ۔“

” ان میں سے پانچ ہزار مکال کر جیب میں رکھ لیں، ہم صرف
اپنی محنت کی کافی وصول کرنا پسند کرتے ہیں، انعام نہیں یعنی
اور دوسرا یہ کرنا کامی کی صورت ہیں ۔“ پانچ ہزار بھی آپ کو
والپیں لین ہوں گے ۔“

” اوه ۔ اس کے من سے نکلا، پھر اس نے پر بھش آواز میں
کہا ۔“

” آپ بچے ہیں یعنی آگی ۔“

” کس بات پر ۔“ اشتاقق جلدی سے بولا۔

” اس بات پر کہ آپ وگ واقعی اصلی شرکی برادر نہیں ۔“

” پہلی ۔ خدا کا شکر ہے۔ آپ کو ایک بات کا یقین تو ایسا ۔
ہاں تو ہماری شرط منظور ہے ۔“

” ہاں سے تو منظور نہیں، مجرماً منظور کیے یہتا ہوں ۔
ہمیں اس سے خوب نہیں کہ آپ کس علاج منظور کرتے ہیں،
آپ کا اپنا سکے ہے ۔“

” ہمیں ! تو پھر اٹھیے ۔“

” جی کیا مطلب ۔ کیا اسی وقت چلا ہے ۔“

” ان بالکل ۔ ابھی اور اسی وقت ۔“

” بہت بہتر۔ کم از کم ہمیں باس تبدیل کرنے کی مدد
آؤں ۔“

” ضرور ۔ کیوں ہمیں ۔“

” بارہ تبدیل کرنے کے لیے ہم اندھا آگئے ۔“

” کیوں جتنی ۔ کیا خیال ہے ۔“

” پُر اصرار معاملہ ہے ۔ نہ یادنے یہ شخص ہمیں کہاں لے جانا
چاہتا ہے ۔“ اخلاق بڑھا یا۔

” اور یہ بتانے کے لیے بھی تیار نہیں کہ معاملہ کی ہے ۔“

” خیر ہیں ڈاکٹری میں اس کا ہم اور خیر و طفہ لکھ دیتا ہوں،
تاکہ اگر ہماری والپی میں دیر پہ جائے تو ابا جان کوئی تو
قدم آٹھا سکیں ۔“ میں نے کہا۔

۔ یہ مناسب رہے گا۔
۔ دوسرے کرے میں کتنے کھٹے ہوں گی ، پھر آنکھ سے

۔ جی بستہ۔

۔ زردار شد بکر بکل لاد۔

۔ آنکھ بھی اور ارشد کر بکل لایا :
۔ سُنُو بھئی ۔ تم ہمارا تناقہ کر دے گے ۔ جس بگد یہ بھیں
لے چاکے ، وہ بگد دیکھ کر بوٹ آؤ گے اور آبا جان کو بتا
و گے ۔

۔ اپنی بات ہے : اس نے پڑھوں انداز ہیں کہا۔ ایسے
کاموں میں وہ بہت خوش ہوتا تھا۔
۔ میں نے جلدی جلدی ڈاڑھی میں تنفیصل بھی ۔ امی جان
کے حوالے کی اور دفتر میں آئے :

۔ پہنچے بخاب । ہم تیار ہیں ۔

۔ بہت بہت ٹکری ۔ یہ کہ کرو وہ آٹھ کھوا ہوا ۔

۔ ہم اس کے ساتھ باہر نکلے ۔ چند قدم کے فاصلے پر ایک
سرخ بگد کی باکل نئی گھاڑی لکھڑی تھی۔ وہ اس کے پاس
باکر ہو گی اور ہمارے لیے پچھلے دروازہ کھولتے ہوئے ہوا ۔
۔ تشریف رکیے ۔

۔ آپ کی اپنی گھاڑی سے ؟
۔ ان۔ شاید آپ نے میرے نام کی طرف دعیان نہیں دیا۔
وہ مگرایا۔
۔ جی ۔ کیا مطلب ۔ نام کی طرف دعیان نہیں دیا۔ آپ نے
اپنا نام عاجی سراب بتایا تھا تما۔
۔ نہیں ! اور اس شریں عاجی سراب نام کا بس ایک میں
ہی آدمی ہوں ۔
۔ ادھ۔ ست۔ تو۔ تو آپہ وہ عاجی سراب ہیں : میں کا نپ
آٹھا۔

۔ ان ! میں باکل وہی ہوں۔ لیکن اگر تم پسند کرو تو اس
کام سے اب بھی انکار کر سکتے ہو۔ یا معاونتے میں اشانے
کا مطلب کر سکتے ہو ، مجھے کوئی اعتراض نہیں ۔
۔ ہم جب کسی کام کا ارادہ کریتے ہیں تو پھر اسے کر کے
ہی چھوڑتے ہیں ۔ اور جب کوئی بات ملے کریتے ہیں تو پھر
کوئی اور مطلب نہیں دانختے ۔ ہمارے اصول ہیں : میں نے
ہر سکون آزاد ہیں کہا۔

۔ تاہم تمہیں یہ جان کر حیرت ضرور ہوتی ہے کہ میں وہ عاجی
سраб ہوں ۔ جس کی شہرت اس بدرے شریں ہے ۔
۔ جی ہاں ! قدرتی بات ہے ۔ حیرت ہوئی جی پا ہے تھی۔

اس شرکی پر لیں تو آپ کے اشاروں پر ناچھتی ہے، پھر بدھم جیسے نکتے دگوں کی آپ کو کیا ضرورت پڑے گئی؟ لیں نے بدل کھلا کر کیا۔

”پر لیں کی مدد کیل کو غراب بھی کر سکتی ہے۔“ یہ بہت دوست کی زندگی کا سوال ہے:

”بھی کیا مطلب؟ ہم دھک سے رہ گئے۔“

نچلا دھڑ

”وقت سے پہلے ہی یہ بات میرے من سے بھل گئی۔ اب یہ تائے کہ وقت نہیں آیا تھا۔ خیر۔ اب گھر پہنچنے کا کوئی سوال دکریں۔“

”بھی بہرہ۔ نہیں کریں گے۔ اگر آپ فرمائیں تو گھر پہنچ کر بھی نہیں کریں گے۔“

”مشکری۔ باتِ دراصل یہ ہے کہ میں بہت پریشان ہوں؛ اگر معاملہ آپ کے دوست کی زندگی کا ہے تو ظاہر ہے، آپ پریشان ہی ہوں گے۔“

”پہنچ تو یہ ہے کہ آپ دگوں کے پاس بھے بیجا بھی میرے دوست نے ہی ہے۔“

”ہم! تو آپ اپنی مرہنی سے نہیں آئے تھے۔“

”نہیں۔ میں تو پر لیں کی مدد لینا پاہتا تھا، میکن اس نے یہ بات مناسب نہیں سمجھی۔“

"خدا جانتے کی معااملہ ہے تو میں بڑھ رہا یا۔

"تمگر زیادہ ذمہ نہیں ہے۔ نکل دکریں۔ وہ بولا، اب ان کے چہرے کی سکراپٹ اور مشنگنگی رہ جانے کا ان ناٹب ہو گئی تھی۔

"اگر دوڑ ہوتا تو بھی ہمیں نکل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ آقاب نے کہا۔

ہمیں منٹ بعد ایک بہت بڑی اور عظیم اشان کو شیخی میں کار دا انفل ہوئی۔ فوراً نکلاز مین کی ایک فوج کار کی طرف دوڑ پڑی۔ ہمیں یوں لگا۔ یہی ہم کسی شہزادے کے گھر میں داخل ہو گئے ہوں۔ اور یہ کچھ غلط بھی نہیں تھا۔ حاجی سراب اس شہر کا ایک لاملاز سے شہزادہ تھا۔ اس کے پاس یہ بہادر دوڑ تھی۔ وہ اپنی دولت ڈالنے کے سلسلے میں بھی بہت مشہور تھا۔ بڑے بڑے پولیس افیروں سے اس کے تعلقات تھے۔ " اسی کے گھر بچ شام آیا جایا کرتے تھے، یعنی دہی حاجی سراب اس وقت ہمارے دفتر آیا تھا اور کسی دوہرے سے ہم سے کام لینے پر مجبور ہو گیا تھا۔

ہم نکلاز مین کے گھر سے میں اندر کی طرف بڑھے اور پھر محلہ کو شیخی میں پہنچتے ایک کمرے میں داخل ہوئے۔

"آپ کو کچھ دیر یہاں اختخار کرنا ہو گا۔ پہلے میں یہ دیکھ

وہ کہ میرے دوست کا کیا مال ہے:
یہ کہہ کر وہ اس کمرے میں نظر آئے والا دوسرا دروازہ کھول کر
بخاری نظروں سے اوچل ہو گیا۔

"اہ، بھی۔ اب کیا خیال ہے؟ میں نے مُنکرا کر پوچھا۔
" اب معااملہ اور بھی پتہ اسرار ہو گیا ہے۔"

"یکش شاید خلزناک بھی۔ میں نے نکر منداز لجھے میں کہا۔
اتنے بڑے آدمی نے، ہم صرف پانچ ہزار روپے کی ہلکش
کی۔ چرت ہے۔ اسے تو چاہیے تھا، پانچ لاکھ کی کرتا۔ آنکہ
نے یہاں سامنہ بنتا ہے۔

"شاید اس لیے کہ ہم گھرنا چاہیں؟ میں نے جواب میں کہا۔
اُسی وقت کمرے کا اندر وہنی دروازہ کھلا اور حاجی سراب
نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا:

"میں اپنے دوست سے آپ وگون کو ملا سکتا ہوں، یعنی
اس سے پہنچتے ایک بات اور۔"

"بھی۔ وہ بھی فرمائیے۔
آپ میرے دوست کے سامنے پہنچ کر اسے ہر ممکن سلسلے
دیں گے۔ اسی کے سامنے ہاروس کئی بات کرنے کی اجازت نہیں۔"
بہت بہتر۔ ہم کوئی ایسی بات نہیں کریں گے، اور کوئی
بات۔ میں نے کہا۔

"اور بس۔ آئیں چلیں؟"

ہم اس کے چیخھے پلٹتے ہوئے دوسرے کمرے میں داخل ہوتے۔ کمرے کے میں درمیان میں ایک سہری بچھی تھی۔ اس کے چاروں طرف کرسیاں رکھی تھیں۔ ان کریں پر پکھ مرد اور عورتیں پریشان صورت میٹتے تھے۔ اور سب کی نظریں سہری پر یعنی نوجوان پر جھی تھیں۔ نوجوان کا جھرو بلڈی کی طرف نہ تھا۔ آنکھیں پخت پر گڑی تھیں۔ یون گھنٹا بیسے اس کے بھم میں باندھ ہو، بیسے اس کا سالا خون پنکڑ دیا گیا ہو۔ اس کی گردن سک، سفید پادر تھی ہوتی تھی۔ جس نے اس کا باقی ماندہ جسم پچا رکھا تھا۔ بھادر سے انہے داخل ہوتے ہی سرکارے کے قریب سے پانچ مرد اٹھ کر ہیچے ہٹ گئے۔ حاجی سراب نے اسیں کریں پر یعنی کاشادہ کیا اور خود بھی ایک کری پر یعنی ہوتے بولا:

"حاتم بیگ۔ یہرے درست دیکھو۔ کون آئے ہیں۔ ذرا پچھا نہ تو ایسیں؟ اس نے یہ اخاطر بہت زمگرم آواز میں کہے۔ لیٹنے ہوئے نوجوان نے اپنا سر آہست آہست ان کی طرف گھمنا شروع کیا، میں یون محبوں ہوا بیسے سر ان کی طرف گھنے کے لیے اسے اپنا پورا نور صرف کرتا پڑتا ہو۔ آخر من ان کے سامنے آگیا۔ چند سیکنڈ سک، دو بیسیں گھورتا رہا۔ آخر

اس کے ہوتے ہیں:

• شش۔ شش۔ شوکی۔ انداز میں سوال تھا۔

• ہاں حاتم بیگ یہرے درست۔ یہ لوگ آگئے ہیں۔ انھوں نے میری درخواست قبل کر لی ہے۔"

• شش۔ شش۔

• حاتم بیگ تم لوگوں کا شکر، ادا کر رہے ہیں: حاجی سراب نے دوکھ بھری آواز میں کہا۔

• کوئی بات نیس بخاب۔ شکر یہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے پریشان ہو کر کہا۔

• آپ لوگ جوان بھی ہیں اور پریشان بھی، لیکن میں بہت بے پیش ہوں۔ حاجی سراب بولا۔

• رج۔ حاجی۔ حاتم بیگ نے پھر کچھ کہنا چاہا۔ حاجی سراب نے تڑپ کر اس کی طرف دیکھا، پھر بولا:

• نظر نہ کرو حاتم بیگ یہرے درست۔ میں ان لوگوں کو ساتھ لے کر ہی جاؤں گا۔ تم سے جو وحدہ کیا ہے، پورا کروں گا۔

پولیس کو ساتھ لے کر نہیں جاؤں گا۔"

• اب ہماری بے چینی عوож کو پیچھے چکی ہے۔ آخاب بے رہا ہے۔

"ہاں! ملک ہے۔ یہ دیکھیں۔"

اتھا کہہ کر حاجی سراپ آٹھا اور سفیدہ چادر حاتم بیگ کے جنم
ہد سے آٹھ دی ۔



ہمارے دل حرکت کرنا بخوبی گئے ۔ جنم ساکت ہو گئے ۔
سافس پینے میں امکنے لگے ، ہمیں یون ٹھوس ہوا ہیجے ہماری
دوستیں ہمارے ہمبوں سے نکلتی چاہی ہوں ۔ حاتم بیگ کا دلوں
سے پھلا دھڑ ناپ تھا ۔ رانوں پر پیشان بندھی تھیں ان پیشوں
پر خون کی جملک نظر آ رہی تھی ۔

” بعد دن پیٹھے میرے دوست کی دو فون مانگیں میتو سلامت
تھیں ، لیکن اب نہیں ” حاجی سراپ نے روئے ہوئے کہا ۔

” مل ۔ لیکن ۔ یہ ہوا کیسے ہے میں نے کانپتی آواز میں کہا ۔
کسی کو نہیں معلوم ۔ کو کیسے ہوا ۔ خود حاتم بیگ میرے دوست
کو بھی نہیں معلوم ۔ ”

” بھی ۔ کی مطلب ہے ہم چونک اُنھے ۔
” ہاں ۔ جو کچھ معلوم ہے ، میں بتاتے دیتا ہوں ۔ آئیے دوست
کرے میں پڑیں ۔ ”

” اور ، تم دوسرے کرے میں اُنھے ۔ کر سیوں پر بیٹھنے کے

بعد بھی پنڈ سیکنڈ بیک خاموشی طاری رہی ، آخر حاجی سراپ نے
کہا شروع کیا ۔

” حاتم بیگ کو بیر و سیاحت کا بہت شوق ہے ، نعم نہیں
بھیں دیکھ اس کا روز کا کام ہے ۔ یہ ایک مدت سے میرے
ساتھ ہی رہتے ہیں ۔ مجھے اپنے دوست سے زیادہ کوئی عزیز
نہیں ۔ جب اس کے والدین فوت ہونے تھے تو میں اسے اپنے
گھر لے آیا تھا ۔ یہ بہت خوش مزانع اور بھی سمجھ نوجوان تھا ۔
ایک ماہ پیٹھے یہ کے لیے نکلا اور پھر ایک ٹرک ڈرائیور اسے
ہسپتال پہنچا گی ، ٹرک ڈرائیور کا بیان ہے کہ اس نے اسے
موڑ کھٹاؤ پر پڑا پایا تھا ۔ اس کی مانگیں کئی ہوتی تھیں ۔
یہکہ ان سے خون نہیں بکھل رہا تھا ۔ ان پر پیشان بندھی ہوتی تھیں
، میں خبر تھی تو ہسپتال کی طرف دوڑتے ۔ اور اس کی مالت
دیکھ کر دھک سے رہ گئے ۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے بتایا
کہ اپنی کار پر یہ کرتا دوڑ بکھل گیا تھا ۔ اچانک ماسنے
سے ایک کار آئی اور اسی نے اس کی کار کو سایٹھ ماری ۔ کار
آٹھ گئی ۔ یہ بے ہوش ہو گی ۔ اس کے بعد اسے کچھ معلوم
نہیں کہ اس کی مانگیں کس طرح کیتیں ۔ کم از کم اس حد تھے
کہ مانگیں لئے کہا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ، صاف ظاہر
ہے ۔ مانگیں جان بوجھ کر کافی گئیں ، کوئی کہ ان پر پیشان بھی

بندی ہوئی تھی۔ یہی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مانچس کاٹنے والوں کو پیاس باندھنے کی کیا ضرورت تھی۔ پولیس میں روپرٹ درج کر دی گئی تھی، یہاں پولیس اپنے ایک کوئی سراغ نہیں لٹکا سکی۔ حاتم بیگ اسی روز سے یہ خدا کردا ہے کہ اس محاذے میں تم سے درد لی جائے۔ پولیس سے قطعاً مدد نہیں ملے۔ میں یہاں ہوں، یہ ایسا یکوں چاہتا ہے۔ جب کہ میں اس پرورے شہر کی پولیس کو ان لوگوں کی تلاش میں لگا سکتا ہوں، پھر بچہ اس کی خواہش سے بچوں ہو کر میں آپ لوگوں کے پاس گی۔

”یہیں آپ نے تو کہا کہ آپ بھی اپنے ساتھ ایک بچہ لے جانا چاہتے ہیں؟“

”ہاں! حاتم بیگ ہوڑ کھنڈاں پر پڑا خاتما۔ ہم اس کے آس پاس کے علاقے کا جائزہ لیں گے۔ ہو سکتا ہے، ان لوگوں کی تلاش میں، میں ذہن میک جانا پڑے۔ اس محاذے کی سب سے یہاں کوئی بات یہ ہے کہ مدد آوروں نے ایسا یکوں کیا۔ اپنیں حاتم بیگ سے کیا، شفعتی کیا، یہ کوئی سارہ ہیں کی توں ایک شرک پر پائی گئی تھی۔ اس کی کسی چیز کو اتنا نہیں کایا گی تھا، یہاں سکھ کر حاتم بیگ کا پرس بھی گاڑی کے خانے میں تھا۔ اسے بھی نہیں پھیر دیا گی تھا۔ جب کہ اس میں اچھی خاصی نقدی موجود

تھی۔ گویا یہ کوئی کوٹ مار کا لیکس نہیں۔ صرف اور بہت اختقام کا لیکس ہے۔“

اکی وقت قدموں کی آواز اُہمری۔ اور بیرونی دروازے کی طرف سے کوئی کرسے میں داخل ہوا، خوشبو کا ایک تیز جھونکا ہم سے ملھایا، پچھلک کر سامنے دیکھا تو ایک نوجوان رُڑکی کھڑی، میں حرمت بھری انکوں سے دیکھ دی تھی، پھر سکھلا کر ہنس پڑی۔

”آؤ شفعتی۔“ یہیں تم ہنس کر ہوئی ہو۔ پھر میں دو ماہ تم باہر رہیں اور واپس آتے ہی ہنتا شروع کر دیا۔ نہیں کیا مسلم اس گھر پر کیا تیامت ٹوٹی ہے؟

”پس مطلب۔“ کیا کوئی حداد ہو گیا ہے، پھر تم نے مجھے یکوں اطلاع نہیں دی۔

”اطلاع کس طرت دیتا۔“ تھادرا تو کوئی پتا ہی نہیں پہل رہا تھا۔ کہاں ہو، کہاں نہیں ہوئے۔

”ہاں! اذرا میں اس مرتبہ ذور بھل کی گئی تھی، تم تو جانتے ہی ہو، تھادرے دوست حاتم بیگ کی طرف میں بھی بسر کی بست شوپنگ ہوں۔“

”اُن جاننا ہوں، پھر تو یہ بتاؤ، پہنچ کی کیا بات تھی؟“ میں ان لوگوں پر ہنس دی تھی؟ اس نے ہماری طرف

اشارة کیا اور پھر بس پڑی۔
”کیوں جی۔ کیا ہمارے سروں پر سینگ نکل آئے ہیں؟“
”بڑا مان کر کما۔

”نہیں۔ یہ بات نہیں۔ سہراپ۔ یہ تو تم سے یہ پوچھا چاہتی
تھی کہ یہ تم کن لوگوں کو پکڑ لائے۔ اور ان سے کیا باتیں کر
رہے ہو۔ میکن جادٹے کی تجربہ سا کرم نے تو میرے پاؤں
تکے سے نہیں نکال دی۔ جلدی بتاؤ۔ کیا ہوا ہے؟“

”عاتم بیگ ایک حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔“
”کیا؟ وہ پکڑ آئی۔ چہرے کا رنگ الٹا نظر آیا۔“
”ہل؟ کسی عالم نے اس کی دونوں ہاتھیں کاٹ دی ہیں، وہ
ہمیشہ کے لیے اپنی ہو گیا ہے۔“

”نہیں!! اس کے منزے سے نکلا اور پھر وہ بے تحاش انداز
میں اندر کی طرف دوڑی، میکن پچانکہ انہا دھند دوڑی تھی۔ اس
لیے میرے بڑی طرف دھکای۔ دھرام سے گری اور بے ہوش ہو
گئی۔“

”اوہ!! یہ کیا ہوا؟“ حاجی سہراپ گھبرا گیا۔ اس نے جلدی
سے شستی کو اٹھایا اور صوفی پر ڈال دیا۔

”اب پہنچے ہے ڈاکٹر کو فون کرنا پڑے گا، پھر میں تم سے
بات کروں گا۔“ کہ کر وہ فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔ فون کے

بعد اس نے پھر ششی کو دیکھا، وہ ابھی تک بے ہوش تھی۔

”میں اس کی بے ہوشی کی تحریک کر گھر کے افراد کو پریشان
نہیں کرنا چاہتا۔ لطفاً میں ڈاکٹر کا انتظار کروں گا۔“

”یہ کون ہیں؟“ میں نے چران ہو کر پوچھا۔

”میری خالہ زاد بھن۔ عاتم بیگ سے اس کا رشتہ طے ہو چکا
ہے۔ بہت بہت دو فون کی شادی ہونے والی تھی۔“
”اوہ!!“ ہمارے منزے سے ایک ساتھ نکلا۔

میں اُسی وقت اندر ورنی در دوازہ کھا اور ایک نہازم کی
سودت نظر آئی۔

”بیگ صاحب ان سے کچھ کہنا چاہتے ہیں؟“ اس نے یہ کہتے
وقت ہماری طرف اشارہ کیا۔

”آؤ بھتی۔ میں تیس اس کے پاس سے چلوں۔“

”جی نہیں۔ انھوں نے اپنے کمرے سے سب لوگوں کو
اپنے نکال دیا ہے۔ ان سے باکل ملکی میں وہ بات کہنا چاہتے
ہیں۔“

”تحدا مطلب ہے۔ میرے سامنے بھی نہیں۔“

”جی نہیں!“

”اوہ!!“ حاجی سہراپ کے منزے نکلا۔ میں یوں لگا، بیسے
اسے یہ من کر بہت ذکر ہوا ہو۔“

۱۰ اگر آپ نے سراہ کو بتا دیا تو کیسی وہ ان لوگوں سے انتہام
یعنی نہ پہنچ جائے۔

۱۱ لیکن اس میں پر تو وہ خود ہمارے ساتھ چاربھی ہیں ۔ میں
نے اعتراف کیا۔

۱۲ وہ نہیں جانسکے گا، میں اسے دوک دیں گا، اس سہم پر
صرف آپ لوگ چانیں گے ۔ موڑ کنڈاں سے اینی لکھن شروع
کریں گے اور جو بات بھی مسلم ہو، بھے آکر بتا دیں گے، بس
یہ یہی پاہتا ہوں ۔

۱۳ لیکن جناب! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

۱۴ کیسی کیسے ہو سکتا ہے؟ اس نے جران ہو کر پوچھا۔

۱۵ یہ کہ معادن تجسس ہم حاجی سراہ صاحب سے اور دیورٹ دیں
آپ کو ۔ وہ نہیں پانچ ہزار دسے پکھے ہیں۔

۱۶ اسی لیے تو یہیں نے مددگی میں بات کی ہے، آپ حاجی سراہ
کا معادن داپس کر دیں، اسی کیس کا معادن میں آپ کو دوں
گا ۔ اور یہ معادن کم نہیں ہو گا ۔ فی الحال یہ رکھیں یہ کہ کو
اس نے ایک پیکٹ چاری طرف بڑھا دیا۔

۱۷ اسی میں کیا ہے؟

۱۸ نہیں ہزار دسے پکھے۔

۱۹ اور! لیکن جناب ہم اتنا معادن لینے کے عادی نہیں ہیں ۔

۲۰ جاؤ بھی ۔ صرف تم ہی جاؤ ۔ یہ ذاکر ہے ۔ حاتم بیگ ۷
خالص ملازم ۔ میں نے اسے صرف اور صرف حاتم بیگ کی تقدیم
پر خود کو دکھایا ہے ۔

۲۱ شکریہ؟ میں نے محیب سے لیجھے میں کہ اور ذاکر کے ماتحت
ہم ایک بار پھر اس کمرے میں داخل ہوئے، لیکن اب یہاں
حاتم بیگ کے علاوہ کوئی نہیں تھا ۔ جونہی ہم انہوں داخل ہوئے
اس نے ذاکر کو بھی باہر جانے کا اشتادہ کر دیا ۔ ہم نے دیکھا،
ذاکر کو بھی یہ بات بہت محسوس ہوتی ہے، ہم اس نے کچھ نہ کہا
اور دوسرے دوہارے سے باہر نکل گیا۔

۲۲ حاتم بیگ نے میں ماتحت کے اشتراء سے سزا نے والی
کریسوں پر بیٹھنے کے لیے کہا ۔ د جانے کیوں ۔ ایسی اسی پر
بہت ترس آنے لگا ۔ دم گھنٹے محسوس ہوئے ۔

۲۳ ہم ۔ میں تم سے ۔ ایک عددہ یہاں پاہتا ہوں ۔ اس نے
لیکھ کر کہا۔

۲۴ جی فرمائیے ۔ میں نے فرمایا۔

۲۵ اگر آپ لوگ ۔ کیس کی تہ بیک پہنچ جائیں ۔ تو اس
راز کو کسی پر تھاں نہیں کریں گے ۔ صرف اور صرف مجھے بتائیں
گے کہ میری ماں گیں کس نے کافی تھیں ۔

۲۶ آپ ۔ آپ ایسا کیوں پاہتے ہیں؟ میں نے جران ہو کر کہا۔

میں اُسی وقت قدموں کی گوازِ اگھری اور شُکی ٹانپتی ہوئی انہی داخل ہوئی ، اسی کے پیچے بوکھلا کے ہوئے انداز میں حاجی سہرا بھی داخل ہوا اور شرمذہ انداز میں بولا :

”معاف کرنا حاتم بیگ میرے دوست — میں شکی کا کسی عذر بھی دک نہیں سکا — میں نے بتا بھی دیا تھا کہ تم ان لوگوں سے علدگی میں بات کر رہے ہیں“

”کوئی بات نہیں — میں ان سے بات مکمل کر چکا ہوں — آؤ شکی — شاؤ میر سے کب داپس آئیں؟“

”آج ہی — آتے ہی گھر میں سامان رکھا اور تم سے ملتے پہل آئی — اس مادٹے کی نت تو مجھے خبر دی گئی اور میرے گر والوں کو۔“

”اور ایسا میری خواہش پڑ ہوا — میں نہیں چاہتا تھا ، تمیں اپنی میر درمیان میں پھوڑ کر کہا پڑے :“

”یہ — یہ کیسے ہوا؟“

”ابھی تک پتا نہیں چلا — بس وہ سمجھو تو کہ ایک کار نے میری کار کو ساید ماری ، میری کار اٹ گئی — اور میں بے ہوش ہو گی ، جب ہوش آیا تو اپنی ڈانگوں سے ہجوم ہو چکا تھا“

”آف خدا — یہ کیا ہوا ؟ شکی نے چیخ کر کہا۔“

”سہراب ! ان سے اپنے پائپ ہزار روپے داپس لے لوئے“

”میں مطلب — داپس لے لوں — حاجی سہراب جوان رہ گی۔
اُن داپس لے لو۔“

”لیکن کیوں — میں تو نہیں تھاری خواہش پر لا لیا ہوں۔“
”پاکل میک — میں بھی یہی پاپتا ہوں — یہ میری خواہش کے
مطابق کام کریں اور یہ اسی صورت میں ملکن ہے جب تھارے
لیے نہیں ، میرے لیے کام کریں“

”تو پھر میک ہے — یہ اب تھارے ہے ، ہی کام کریں گے ،
معاوضہ داپس پختے کی کیا ضرورت ہے؟“
”ضرورت ہے — تم ان سے اپنے پائپ ہزار روپے میرے مانثے
داپس لے لو — میں نے انہیں اپنے پاس سے معاوضہ دے دیا
ہے۔“

”اس — اس کی کیا ضرورت تھی؟“

”ضرورت تھی سہراب — تم ان باتوں کو نہیں سمجھو گے — مہربانی
فرما کر دی کرو ، جو میں کہ رہا ہوں۔“
”ابھی بہت ہے — سہراب نے گلہ ہتھیار ڈال دیے ، لیکن
اس کے چھرے سے رنگ و غم کے آثار ظاہر تھے۔“

”کچھ بھی ہو جناب — ہم یہ میں ہزار روپے وصول نہیں کریں
گے — ان اس پیکٹ میں سے پائپ ہزار روپے لے لیتے ہیں اور
ہم حاجی سہراب کو دے دیتے ہیں ، کیونکہ انھوں نے میں جو رقم

دی تھی وہ تو ہم گھر رکھ آئے۔

”پہلے ٹیک ہے۔ یعنی یہ کیا بات ہوئی کہ آپ میں پڑا نہیں
لیں گے اور صرف پانچ ہزار روپے میں گے۔ آج کی دنیا میں ایسی
بات تو کیسی نہیں میں نہیں آتی۔“

”ہمارا اصول یہی ہے۔ جائز معاوضہ وصول کرتے ہیں۔ اشخاص
نے جواب دیا۔

”ہوں۔ نیر بھی آپ کی مرمنی۔“

میں نے پیکٹ میں سے پانچ ہزار روپے نکال کر مابھی سرتاب
صاحب کو دے دیے۔ باقی حاتم بیگ کو دے دیے اور پھر اُنھے
ہوئے کہا:

”اب ہمیں اجازت دیں۔“

”ایک منٹ بھی۔ میری بھکھ میں تو پکھ نہیں آیا۔“ افرید سب
کی ہے؟

”شی! قسمیں ابھی ابھی ہوش آیا ہے۔ پکھ دیر آدم کرو، پھر
میں تفصیل سے بتاؤں گا۔“

”نہیں! پستے مجھے بھایا جائے۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ یہ رُگ
کون ہیں، کیا چاہتے ہیں؟“

”یہ۔ بھتی یہ اس معاملے کی تفہیش کریں گے۔ مابھی سرتاب

”یہ تفہیش کریں گے۔ کیا مطلب۔ پویس کو کیا ہوا ہے شتمی
ہمراں رہ گئی۔“

”حاتم بیگ پویس کے ذریعے تفہیش کرنا نہیں چاہتا۔ یوں
پویس اپنے طور پر تو ان لوگوں کو سماش کر رہی ہے۔
یعنی حاتم بیگ ان لوگوں کے ذریعے سُرداش لگوانا چاہتا
ہے۔“

”حررت ہے۔ پویس کے مقابلے میں کل کے بچے کس
طرح کامیاب ہو گئیں گے۔“

”تمیں ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں شتمی۔“ مابھی سرتاب
لے گا۔

”کیا مطلب۔ یہ رُگ کیا بہت بڑے سراغر میں ہے؟“
ہمراں رہ گئی۔

”یہ میں نے نہیں کہا۔“

”تو پھر ہے؟ اس کے لیے یہی سوال تھا۔“

”شتمی۔ میں بتاتا ہوں۔“ حاتم بیگ نے دخل اندازی کی۔
شتمی نے اس کی طرف دیکھا:

”ضرور بتاؤ حاتم۔“ اس نے خوش ہو کر کہا۔

”تم نے کبھی شوگی برادر کا نام نہ ہے۔“ حاتم بیگ
لے گا۔

"شوکی برا جوڑز۔ ارسے باپ رے۔"

اس نے بو کھلا کر کھا لد پھر پھٹی پھٹی آنکھوں سے بیس دیکھنے لگی۔ دچانے کیوں اس کی آنکھوں میں خوف سما گی۔

مشورہ صفتِ اتنا ہے

"آخر اس معاملے میں ایسیں کیوں بُل دی گئی ہے؟ چند لمحے کی خاموشی کے بعد شتمی لے کھا۔"

"یہ حاتم بیگ کی خواہش تھی۔ ورنہ پویس تو میرے اشادوں،"

"ناپختے کے لیے تیار ہو جاتی۔" حاجی سہرا ب نے بھاہب دیا۔

"اب تک پویس نے کیا کیا ہے؟" حاتم بیگ نے من بنایا۔

"یکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آئندہ بھی پکھ نہیں کر سکے گی۔ وہ اپنی کوشش کر رہے ہیں؟"

"اور وہ کرتے رہیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں، یکن میں ان کے ساتھ ماتحت ان دو گون سے بھی کام لینا چاہتا ہوں: حاتم بیگ نے تاخوش گوار بچے ہیں کھا۔"

"ضرور لو میرے سے دوست، ایسیں بھی کوئی اعتراض نہیں۔" حاجی سہرا ب نے فوراً مسکرا کر کھا۔

"یکن شمی صاحب ہر کیوں خوف زدہ ہیں؟" افتاب نے چرانہ ہر

کر پوچھا۔

” یہ آپ وگوں سے خوف زدہ ہیں ۔“ عالم بیگ پہلی بار مسکرا کا۔

” جی۔ ہم سے۔ کیا، ہم اس قدر خوفناک ہیں؟“

” آپ وگوں کے کارہائے ان کے یہے بہت خوفناک ہیں؟“

” وہ کیسے؟“

” یہ آپ کی خبری بہت شوق سے پڑھتی ہیں۔ اس وقت خوفزدہ ہونے کی وجہے خود ہی بتائیں گی۔“

” کیوں شی صاحبہ ہے یہیں اس کی طرف نہ رہا۔“

” میں خوف زدہ نہیں۔ آپ وگوں کو پہلی بار دیکھ کر حرمت زدہ مزدود ہو گئی ہوں۔“ اس نے فرمایا۔

” اوہ ہر اچھا۔ خیر۔ تراپ، ہمیں اجازت دیجیے۔ تاکہ اس کی پر کام شروع کر سکیں۔“ واضح رہے کہ ہم پستے موڑ کھنڈ ان جائیں گے۔“

” شیک ہے۔ آپ وگوں نے مجھ سے ایک ودھہ کیا ہے۔“
خیال رہے۔ وہ ودھہ پورا کرنا ہو گا؟

” ہاں! خیال رہے گا، میکن یہیں اُبھیں عمومی کردہ ہوں۔“ میں نے ان تینوں پر ایک نظر ڈالی۔

” کیسی اُبھیں۔“ عالم بیگ نے بحدی سے کہا۔

” حاجی سراب صاحب اور شی صاحبہ آپس میں خالہ زادہ ہیں۔“

آپ حاجی سراب صاحب کے دوست ہیں۔ آپ کی شی صاحبہ سے شادی ملے ہے۔ اور غتریب ہونے والی تھی۔ کیا یہ دوست ہے۔“

” اُن ہی دوست ہے۔“ عالم بیگ نے محنت کھوئے انداز میں کہا۔

” یہ سوال جیب سا ہے اور شاید آپ وگوں کو تاخوش گوار بھی گردے، لیکن چونکو، میں اس کیس پر کام کرنا ہے۔ اس لیے پوچھے بیفر وہ بھی نہیں سکتے۔ شی صاحبہ کی شادی آخر حاجی سراب صاحب سے یکوں ملے د ہوئی۔ جب کہ یہ اُن کی خالہ زادہ ہیں۔“

” یہ بات تو اُچھے میں بھی نہیں سمجھ سکا۔“ عالم بیگ نے پریشان ہو کر کہا۔

” جی۔ کیا مطلب؟“ میں نے پوچھ کر کہا۔ اشتھاق، اخلاق اور آنکھ کے یہ مدرس پر بھی حرمت کے بدل تیرے گئے۔

” بھاری شادی سراب نے ملے کرائی ہے۔“ اس کی خواہش سے ہوا ہے۔ درد میں تو خود ہے پاہتا تھا کہ شی کی شادی سراب سے ہو۔ اور ہو سکتا ہے۔ شی کی بھی یہی خواہش دردی ہو، لیکن اس نے کبھی بتایا نہیں اور میں بھر سے شادی کے سسے میں

نہ اجھی کو انکھاں کیا ، لیکن خیر۔ اب تر ایں نہیں ہو گئے۔ اب یہ شادی نہیں ہو گی۔ حاتم بیگ نے بو جھل آواز میں کہا۔

"یکون یکون۔" تم نے کیا کہا مرے دوست۔ اب کیا ہو گیے۔ ہم تھارا علاج غیر مغلی داکتوں سے کرائیں گے ، وہ اس خوبصورتی سے مصروفی "انگلیں ٹکایں گے کہ کسی کو جھوپی بھی نہیں ہو گا۔ تھاری" انگلیں مصروفی رہی۔ اور یہاں خیال ہے تھی کہ اب بھی اس شادی پر کوئی بعتراء نہیں ہو گا۔

"ہاں۔" ہائل یہیات ہے۔ تھی نے فروز کا۔

"جاہی صاحب۔" اکثر اپنے تھی ماجد سے شادی کرایکریں پڑ دیکھا۔

"اس یہے کہ میں انیں ہیں کی طرح خیال کرتا ہوں۔ اور کوئی دہ نہیں۔ سایی سراب بول۔"

"شکری۔ اب ہم ہیں گے۔"

"خدا ہافتہ۔" ان ہنمن نے ایک ساتھ کہا۔

ہم وہاں سے نکلے تو شدید آنحضرتی میں تھے۔

"تھی ہمارا نام تھی کہ خودت زدہ ہو گئی تھی ، لیکن اس نے کہا کہ وہ صرف جھرت زدہ ہے؟" میں بڑھایا۔

"اور یہ شادی والا معامل بھی بعیض سا ہے۔ اشناق بول۔"

"ہم ایک ہت معلوم کرنا چاہیں گے۔" اخلاق نے کہا۔

"کون سی؟"

"یہ کہ اس دوستی کی بنیاد کیا ہے۔ دونوں اس تقدیر کے درست کی طرح ہی گئے کہ ساتھ بیگ کے والدین کی اذفات کے بعد حاجی سراب اسے اپنے گھر لے آیا اور اس وقت سے یہ حضرت میں رہتے ہیں۔ نہ صرف رہتے رہیں۔ بلکہ ان کا رشتہ بھی اپنی حالیاں ہیں کے ساتھ کر دیا اور بعد یہ ہے کہ اس کے اپاٹھ ہر چانے کے بعد بھی رشتہ ہو جاتے گا۔ کمال ہے۔"

"واتھی۔" حالات بہت بھیب ہیں اور میں سچی رہا ہوں کہ ان حالات میں ہم موٹکھنڈاں ہائیں یا نہ جائیں۔ میں نے کہا۔ "موٹکھنڈاں تو تغیر جانا ہی ہو گا ، کیونکہ اس کے بیٹر ہم پکھ نہیں جان سکیں گے۔ میں اس بھر کا تلاش کرتا ہو گا، جہاں وادوات کی ٹھنی۔ ہو سکتا ہے ، دہاں سے کوئی سڑاخ مل جائے اگرچہ اب بہت دیر ہو چکی ہے۔"

"ہوں ، لیکن اس سے پہلے اس دوستی کی بنیاد معلوم کرنا ہو گی۔" اشناق نے راستے پہنچیں کی۔

"اور ہم دہاں سے بھل آئے ہیں ، کیونکہ یہ سوال حاجی سراب اور تھی کے سامنے کرتا مناسب نہیں تھا۔"

"تو کیا ہوا۔ ہم بذریعہ فتن حاتم بیگ سے بات کر سکتے ہیں۔"

• نظر کی پھر جگی۔ قدم بھی تو نہیں:
 • خیال کی گمراہی۔ خیال سندھ سے بھی گمراہوتا ہے:
 • اور ہزار سے ہزار سے ایک ساتھ لکھا، پھر میں نہ کہ:
 • واقعی آنکہ۔ آنکہ تم نے رُزی پتے کی بات۔
 ان الفاظ کے ساتھ ہی ہم دفتر کے دروازے تک پہنچ چکے اور
 ہر ایام دھک سے رہ گئے۔ یہ میرے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے۔



ارشد ہاتھ جڑو سے کھڑا تھا اور یہ ریکھ کسی پر جلا لی تو صاحب
 بر جوان تھے۔ ان کی آنکھیں شدید اگل رہی تھیں، پھر ان کی نظریں
 نہ پڑھ سکیں:

• اور ہے۔ تو تم وہ آگئے پڑھا چاہو۔
 • کیا اپنا ہوا۔ آپ یہاں کیسے تشریف لائے؟ میں نے
 تا خوش گوار بھیجے میں کہا۔
 • اور سبھے چارے ارشد پر نذر یکون گردہ ہے؟ آنکہ

• ملا۔

• یہ ہے ہی اسی مقابلہ۔
 • وہ کیسے؟ اخلاق نے حیران ہو کر کہا۔

• تھیک ہے۔ اب دفتر پر بچ کر بھی فون کریں گے۔ اس کے بعد
 اگر مناب موس ہجا تو اسی وقت مودود نہزاد جائیں گے۔
 درد کل، کیونکہ اب دن خروب ہونے والا ہے۔ یہ سے
 فیصلہ کی بجائے میں کہا۔

ہم دفتر کی طرف روانہ ہو گئے۔ چاروں سوچ میں گم تھے
 اپنیک آنکہ بولا:

• کرنی۔ بست گمرا پھر ہے۔ بست ہی گمرا۔

• آخر کتنا۔ کتوں بنتا۔ اشراق جل کر بولا۔

• نہیں۔ کتوں تو کوئی پھر ہی نہیں۔ کتوں سے بھی گمرا۔

• تو پھر۔ دیبا یعنی گمرا۔ اخلاق نے کہا۔

• دریا تو شاید کتوں بنتا ہی گمرا نہیں بولا۔ آنکہ نے بھا
 کر کہا۔

• تو پھر تحدی سے خیال میں کیا یہ معاملہ سنبھالا ہے؟ میں
 نے سکھا کر کہا۔

• جی۔ جی نہیں۔ سنبھال جتنا گمرا بھی نہیں۔ آنکہ سکرا دیا۔

• سندھ سے زیادہ گمرا انہوں کی پھر جیکے ہو گی۔ عجیب امن ہو۔
 اخلاق نے من بنایا۔

• ہوئی ہے ایک پھر جگی۔ آنکہ نے اب بھی پڑھ کون انداز
 میں کہا۔

سمجھا: آفتاب خوش ہو گی۔
 "ہاں - دا تھی۔ ہمارے ایسے نصیب کہاں؟" اشناق نے سر
 آہ بھری۔
 "مشورہ بہت آسان ہے۔ اور منید جی بہت زیادہ ہے۔ وہ عائیں
 دے گے مجھے۔ جلالی نور نے شوخ اہماز میں کہا۔
 "وہ عائیں کا کیا ہے جناب۔ وہ تو تم مشورے کے بغیر
 بھی دے سکتے ہیں؟ آفتاب نے نہ بتایا۔
 "یکن میں پاہتا ہوں۔ پسندے تم مشورہ قبول کرو اور پھر ہے
 وہ عائیں دو: جلالی نور نے اسے ٹھوڑا۔
 "نیچ۔ بھی بہتر۔ دے دیں گے۔ آفتاب فرما دو۔
 "وہ پھر سنئے۔
 میں اسی وقت نون کی گھنٹی بیج آٹھی۔ جلالی نور رُک
 گیا، پھر جلدی سے بولا:
 "پسندے نون سن لو۔ میرا مشورہ بسا گا نیس جا رہا۔"
 "شکر یہ جناب؟" میں نے کہا اور نون کا رسیسر آٹھا یا۔
 اور پھر دوسری طرف سے آنے والی آواز نے مجھے لرزادا۔ آواز
 ایسی تھی بیسے کوئی جان کنی کی حالت میں ہو۔ اور جان نکلنے سے
 پہنچ پہنچ کر ڈالنا چاہتا ہو:
 "شوش۔ شوش۔ شوش۔ شوش۔" مم۔ میں مر رہا ہوں۔ اس -

"مجھے آئتے پندرہ مت ہو چکے ہیں، لیکن اس نے اب تک
 دچکے کو پوچھا، نہ پانی کو۔
 "یہ تو دا تھی ناممکن حرکت ہے۔ کیون ارشد؟
 "اود اس پیسے میں نے اس سے کہ دیا تھا کہ اب تم وہ گوں کے
 ساتھ اسے بھی حوالات میں بند کروں گا۔"
 "بھی۔ یہ آپ کی کہ رہے ہیں۔ حوالات۔ کبھی حوالات
 آفتاب گھرا گیا۔
 "بھی ہب بھی موقع ملا۔ اود مرکھے کا کیس ہے۔ وہ تو آئے
 دن ملتا ہی رہتا ہے:
 "ہوں۔ تو یہ بات ہے۔ جاؤ ارشد۔ ان کے لیے پاکے لاد
 اور آئندہ یہ جب بھی تشریف لائیں۔ ان کے لیے پائے مفرود
 لایا کرو۔"
 "بھی بہت بہتر۔" ارشد نے کہا اور فردا دفتر سے ہر بھل
 گیا۔
 آنے والوں کے لیے چاکے ہم بازار سے ہی حکوایا کرتے تھے
 اتنی جان کو ہار بار سمجھیت دینا مناسب نہیں تھا:
 "فرماتیے۔ ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں؟
 "آج میں تیس ایک عدد مشورہ دیتے آیا ہوں۔"
 "خوش قسمتی ہے ہماری کہ آپ نے ہمیں مشورے کے قابل

اس کیس سے لاتھوں ۔

انقاوم ختم ہو گئے ۔

میرے بدن میں تقریبی دوڑ گئی ۔

سیکنڈ میں ریسیور کان سے لگائے ہیں کرتا رہا ۔

تو کسی نے ریسیور اٹھا کر کریٹل میں رکھا اور دبجر سے بات

گل ۔ آفرینی نے تھکے تھکے اداز میں ریسیور رکھ دیا ۔

تھارے چھٹے پر شدید گبرابست کے آثار میں شوکی ۔

خبر تو ہے ۔

کسی شخص نے فون پر صرف اتنے انداز کے ہیں کہ وہ مر

تا ہے ۔ اور ۔

چھوڑو شوکی ۔

یہ تھیں اپنے مشورہ ترا رہا ہوں ۔ اسے یکن ۔

تم تو بہت زیادہ گبرابست ہو ۔

بھی وہ شخص مرتا

ہیں گی ۔

اس نے صرف بھی کہا ہے تا کہ وہ ہر دل ہے ۔

کہوں پریشان ہوتے ہو ۔

بھی بہت بہت نہیں ہوں گا پریشان ۔

شوکی ۔

تم اسے مشورہ بھی خالی کر سکتے ہو اور درخواست بھی ۔

یکن پچ تو یہ ہے کہ ایک تھم ہے ۔

بھی کیا فرمایا ۔ حکم بھی ہے ۔

پسے اپ صرف ایک مشورہ

وے رہے تھے ۔ مشورے سے درخواست پر آگئے اور ساتھی
حکم تک پہنچ گئے ۔ یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے انکل ۔ آفتاب
نے پریشان ہو کر کہا ۔

کیا حکم ۔ اچھی بات نہیں ۔ میں ایک بات کہوں اور تم
اس بات کو اپنی بات دکھو ۔ تھاری یہ جمال ۔ جملی قدر نے
انہیں نکالیں ۔

آفتاب ۔ بھری بات ہے ۔ آفر ۔ ہمارے آفیر میں ۔ میں نے
اسے ڈاٹا ۔

بھی بہتر ۔ میں معاشر چاہتا ہوں ۔

ایندہ بخول کر بھی ایسی بات نہ کنا ۔

بھی بہتر ۔ نہیں کہوں گا ۔ دعوے کرتا ہوں ، اب میر بانی فرمایا
کہ اپنے مشورہ کی طرف تشریف لائیے ۔ اس نے من بشنا کر کہا ۔

ہاں ۔ مشورہ ۔ جو درخواست بھی ہے اور حکم بھی ۔ اگر
مان دو گے تو مشورہ ، اس پر عمل کر دو گے تو درخواست اور
نہ مانو گے ، عمل نہ کر دو گے تو پھر حکم ۔

اپ ۔ تو میں ڈرائیور دے رہے ہیں ۔

کیا کروں ۔ بمحروم ہوں ۔ خود مجھے ڈرائیور گیا ہے ۔

یہ اپ کی فرمادی ہے میں ، اپ کو ڈرائیور گیا ہے ۔ ایسا
کون سو رہا ہے جو اپ کو ڈرائیور دے ، اپ تو اپنے اچھوں سے

نہیں ٹوستہ:

• میرا خیال ہے۔ ہماری گلکھو بہت طویل ہو گئی ہے۔ مشورہ
صرف اتنا ہے کہ عالم بیگ کے معاملے کر لائے جی: نگاہا:

• جی۔ یہ۔ مطلب۔ "ہم اچھل پڑے۔

آئیں یہ رت سے پہل گلکھیں۔

لیک بات

• یہ۔ آپ یہ کہ رہے ہیں انکل؟ میں نے بوکھلا کر
کہا۔

• بلکہ اس سے نزادہ زور دار سوال یہ ہے انکل۔ کہ کیوں
کہ رہے ہیں؟ آفتاب بولنا۔

• میں نے اتنا بیب مشورہ تو آج تک شاد کہا۔ اشناق
کہا۔

• اور دشاید کبھی سنتیں گے۔

• یہ ہر بات میں تم چاروں کا جواب دیتا فضوری ہے۔
اس نے درج کر کہا۔

• جی۔ جی نہیں۔ تو میں بولا۔

• اگر تم نے میرا یہ مشورہ دے ماہا تو نقصان میں رہو گے:
انکل! ہمارے بھی ایک سوال کا جواب آپ دے گئے ہیں
نہیں تھے میں نے ٹوڑے ڈرے انداز میں پوچھا۔

• انکھ۔ اپ کرنی اور مشودہ نہیں دے کئے۔ آفتاب نے مایوسانہ
لچھے میں کہا۔

• نہیں۔ فی الحال تم ووگوں کے پیسے یہ رہے پاس یہی مشودہ
ہے۔

• بہت بہتر۔ ہم بھی خدا آپس میں مشودہ کر لیں، پھر آپ
کو فون پر اطلاع دے دیں گے:

• شیک ہے۔ ضرور مشودہ کرو۔ مشودہ کرنا اچھا ہے، لیکن
اتنا سُس تو کر میں انکھار نہیں سن سکتا۔ اور ایک سائنسیل کو
اسی وقت سے تمہارے دفتر کی نگرانی پر مقرر کر دیا ہوں۔
بھاں جسی تم جاؤ گے، وہ تمہاری نگرانی ضرور کرے گا اور بے
اطلاع دیتا رہے گا:

• امرے بابہ رہے۔ اتنا سخت فیصلہ۔ اشناق کا نب اٹھا۔
• ہاں! میں بہت بہرہ ہوں۔

• شکری۔ آپ تشریف لے جائیے، ہماری طرف سے آپ کو
اطلاع مل جائے گی:

• شیک ہے۔ یہ کہ کر جلالی ذر ائمہ اور دفتر سے بھل گئے۔
چند سیکنڈ سیک ہم کھتے کے عالم میں بیٹھے رہے، آفرا اخلاق

بولا:

• اب کیا کی جائے؟

• ایک کیا۔ دس سوال پوچھو۔ وہ خوش ہو کر بولے۔

• فی الحال آپ صرف ایک سوال کا ہی جواب دے دیں
اور وہ یہ کہ ایسا مشودہ ہیں آپ کسی کے مشورے پر دے رہے
ہیں۔

“تمہارا کی خیال ہے۔ میں کسی کے مشورے پر تیس یہ مش
دے رہا ہوں:

• حاجی سراب کے مشورے پر:
• پاکل غلط۔ پچ تو یہ پہنچ کر یہ مشودہ ہیں خود اپنے مشورے پر
تیس دے رہا ہوں:

• جی۔ کیا مطلب۔ آپ کی کتنا پاچتے ہیں؟
• یہ کہ میں اس کیس کا اب انچارج ہوں۔ حاجی سراب
سے بڑے بڑے پولیس افسران کے تعقات ہیں۔ ان سب نے
بے پدایات دی ہیں اور حاتم بیک کے ہرم کو خودی گرفتار کی
جائے۔ یہ کام صرف اور صرف بے کنا ہے، لیکن اگر اس
ہرم اکیری بچائے تم پہنچ گئے تو میری کیا رہ جائے گی:

• تھت۔ تو ہم دھوکہ کرتے ہیں، ہرم سک خود نہیں پہنچیں
گے۔ جو نہیں ہم نے جان یا کہ ہرم کون ہے، آپ کو اطلاع
دے دیں گے:

• نہیں۔ تم اس معاملے سے باکل ہی اگر رہو۔

ہے۔ میں نے حاتم بیگ کی آواز پہچان لی تھی اور اب بھیں فردی
ٹوپ پر وہاں پہنچنا ہو گا۔

اور وہاں جلاں نہ رہیں جی ہوں گے۔

ہوتے ہیں۔ صرف اس کیس پر کام کرنے کی خواہ پر وہ
بھیں گرفتار نہیں کر سکتے۔

ہوں۔ اور اس کا نشیل کا کیا کریں۔

اس کا بھی پکھہ پکھ کرنا ہو گا۔ پہلے میں حاجی سراب
کو فون کروں۔

یہ کہ کر میں نے حاجی سراب کے نہاد کیے۔ ایک
منٹ تک گفتگی بھی رہی، آخر رسمیور اٹھایا گیا اور ذرا کر کی آواز
ستائی دی۔

رسیلو۔ کون صاحب ہیں؟

ذرا کر صاحب۔ یہ میں ہوں شوگی۔ یہاں ہر طرح سے
خیریت تو ہے۔

بھی۔ بھی نہیں۔ خیریت نہیں ہے۔ حاتم بیگ انتحال کر گئے
ہیں۔

اوہ، لیکن کیسے۔ وہ تو میک تھے۔

اچھک ہی ان کی بیعت بھڑی اور روح پر واڑ کر گئی۔

یا اللہ رحم۔ میں نے کہا اور رسیلو رکھ دیا۔

بھجو، ہیں۔ اس کیس سے ہاتھ نہیں اٹھ سکتے۔ میں نے جواب
دیا۔

وہ کیوں جعلی ہاں ہے اشغال بولا۔

ہمارے انمول کے خلاف ہے۔ جب ایک کیس کو ہم ہاتھ میں
لے پہنچتے ہیں تو پہراتے ہل کر کے ہی دم لیتے ہیں اور کسی کے
دوسرے نہیں رک سکتے۔ اور اس کیس میں تو کسی صورت بھی نہیں رک
سکتے۔

بھی۔ وہ کیوں ہے آقاب پچکا؟ اور ہاں۔ وہ فون کس کا تھا؟

وہ فون۔ اس فون نے ہی تو بھی یہ فیصلہ کرنے پر بھجو
کیا ہے کہ چاہے پکھہ ہو جائے، ارادہ کی دنیا اور ہم ہو جائے،
ہم اس کیس کو ہل کر کے رہیں گے، ایک کا نشیل تو کیا دیں
کا نشیل بھی ہمارے دفتر پر مقبرہ کر دیے ہائیں تو بھی ہم باز
نہیں آئیں گے۔ اس یہے کہ وہ فون حاتم بیگ کا تھا اور جہاں تک
میرا خیال ہے۔ وہ مر چکا ہے۔

سیاااا! یعنی نورے پڑائے۔ ارشد بھر پھلا رہ گی۔



ہاں! بھے اس میں ذرا بھی ٹکک نہیں کر یہ حادثہ ہو چکا

کوئی شی کے ساتھے نہیں پوچھس کی کوئی گاہوئی نظر نہ آئی ۔
شاید پوچھس کو فون کیا ہی نہیں گی تھا ۔ باپھر دیر سے فون
کی گئی تھا ۔ ہم آگے بڑھے، ذاکر نے نہیں اندر پہنچا دیا ۔
مام بیگ کے کمرے سے مدنے کی آوازی آ رہی تھیں ۔ گویا
بے لوگ دہیں تھے ۔ نہیں بھی بھروسنا اور ہم لہی رُخ کرتا
ہے ۔

ماجھی سراب اور شیئی نہیں دیکھ کر پہنچے، دونوں کی انکھیں
تیرنے تھیں :

”آپ۔ آپ کس طرح پڑے آئے؟“
”نہیں آپ کے دوست نے منے سے پہنچ فون کیا تھا، انھوں
نے اطلاع دی تھی کہ وہ مرنے والے ہیں، پھر ان کے ہاتھ سے
ڈیسیور گر گی تھا۔“

”اوہ ہاں! جبکہ ہم ان کے کمرے میں داخل ہوتے تو زیبود
میز سے نیچے جھول رہا تھا۔ گویا اسی وقت انھوں نے دم توڑا تھا،
انہوں نے۔“

”تو اس وقت ان کے کمرے میں کوئی نہیں تھا؟“
”نہیں۔ ہم تو انہیں اپنی بھلی حالت میں چھوڑ کر گئے تھے،
خیال بھی نہیں تھا کہ یہ اس طرح رُخت ہو جائیں گے۔“
”کسی نے کہا۔“

”آڈ بھی۔ اب ہم روک نہیں سکتے۔ کافیں تعاقب کرتا ہے
تو کی کرے۔“

”یعنی ہم عقل مندی کا مظاہروں کوں دیکھیں۔“ اشناق نے
فدا کہا۔

”کی مطلب۔ چارے ہاں عقل مندی کھان سے آگوڈی۔“
آفتاب سرلان ہو کر بولا۔

”ادشد کو گھر کے دروازے کی طرف سے باہر بیجا جائے۔
یہ کوئی میکی روک لے اور پھر ہم بھی اسی راستے سے بکل کر
ٹوک پر آ جائیں۔ بدلی سے میکی رہن بیٹھ جائیں۔ شاید کافیں
اتھی جلدی میکی نہ پکڑ سکے اور ہم بکل جائیں۔“

”ترکیب اپنی ہے۔ چلو ادشد۔“
ادشد فرما، اندر دی دروازے سے بکل کر دوسری طرف پلا
گیا۔

”دیسے اس کی صورت نہیں تھی۔ ہاں بھی تو آخر جلالی نور
صاحب سے ملاقات ہوگی۔ اخلاق نے کہا۔

”وہ بعد کی بات ہے۔“ میں نے منہ بنا کر کہا۔
پانچ منٹ بعد ہم ایک میکی میں بینچ پکھے تھے اور کافیں
بے بھی کی حالت میں ادھر آدم دیکھ رہا تھا، ہم اس کی طرف
دیکھ کر مسلکا نے اور میکی چل پڑی۔

”کیا آپ نے پولیس کو اطلاع نہیں دی تھیں نے پچھہ سوچ کر لکھا۔

”ابھی سمجھ نہیں۔ کیا پولیس کو اطلاع دینے کی مردودت ہے؟

”بھل۔ آخر یہ ایک پولیس کیس ہے۔ ان کی ٹانگیں کافی ہیں۔ اور اب یہ مرغی ہیں۔ گویا اب یہ قتل کا کیس بن گی ہے۔

”قتل کا کیس۔ نہیں ؟ حاجی سراب نے بوکھلا کر کہا۔

”لاں ؛ اگر ان کی موت ٹانگیں کئنے کی وجہ سے ہوئی ہے تو یہ قتل کا کیس بن گیا ہے، آپ کو پولیس کو فون کر دینا پڑا ہے۔

”اوہ اچھا۔ واقعی۔ یہ شیک ہے: حاجی سراب بولا۔ اور پھر فون کرنے کے لیے آگے بڑھ گی۔

”ان کی دوستی کس قدر گھری تھی۔ ششی صاحبہ۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں۔ یہ دوستی کس طرح شروع ہوئی تھی؟“

”بھماں بھگ میری معلومات ہیں، دونوں سکول کے زمانے کے دوست ہیں۔“

”حاتم بیگ کے والد کیا کرتے تھے۔ کیا انہوں نے حاتم بیگ کے لیے پچھہ نہیں چھوڑا تھا؟“

”مرن پچھہ نہیں۔ ان کے مرلنے کے بعد حاجی سراب اپنے گھر لے آئے۔ یہیں میں زندگی میں پہلی بار ان سے ملی اور پھر

ہماری شادی ملے کر دی گئی۔“

”بہت افسوس ہوا۔ ہم آپ کے غم میں برا بر کے شریک ہیں۔“

”جانے دیجئے۔ کون کی کے غم میں برا بر کا شریک ہوتا ہے، سب کھنے کی باتیں ہیں؟“

”اُسی وقت قدموں کی آواز اُبھری اور حاجی سراب آتا نظر آیا：“

”جدولی فور صاحب آرہے ہیں：“

”اوہ بچپ رے: آقاب نے روکھلا کر کہا۔

”کیوں۔ آپ کو کیس ہوا؟“

”وہ۔ جی۔ پچھہ نہیں۔ وہ تو ہمارے پڑانے مہربان ہیں۔ کیا ہم آپ کے دوست کو آخری بار ایک نظر دیکھ سکتے ہیں؟“

”ہاں مژو۔ کیوں نہیں؟ اس نے کہا اور پھر نہیں لے کر دونوں اگے بڑھے۔

بستر کے قریب پہنچ کر ہم رک گئے اور سکھتے کے مالمیں مُردہ عالم بیگ کو دیکھتے رہے۔ پچھہ در پہنچے ہم نے اس شخص سے باتیں کی تھیں، یہیں اب یہ بولنے کے قابل نہیں رہتا۔ اس کے چھرے پر ہلکی سی نیلا ہشت طاری تھی۔ ابھی ہم اسے دیکھ رہے تھے کہ ذکر نے اندر داخل ہو کر کہا:

” جلالی نور صاحب آگئے ہیں :
کیا مطلب ہے میں پوچھا کر۔

” میں بات کا مطلب پوچھ رہے ہیں آپ : حاجی سراب
حران ہو گر دوئے۔

” ابھی ابھی تو آپ نے اسین فون کیا تھا۔ وہ اس تدریج
کس طرح آگئے ؟

” فون ملتے ہی پہل پڑھے ہوں گے اور آئے بھی تیز رفتاری
سے ہوں گے۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی : حاجی سراب نے بڑا سا
منہ بنایا۔

” ہاں واقعی ہے تو کوئی بات ہوئی ہی نہیں : میں نے فوراً کہا۔
” چاؤ ذاکر اسین سے کوئی ؟

” بھی بہتر : ذاکر نے کہا اور بھدی جلدی چلا گی۔
اور پھر بھاری قدموں کی آواز سنائی دی۔ انسکڑ جلالی نور انہے
داخل ہوتے، پھر جنمی انھوں نے اسین دیکھا، ایک دم رُک گئے
” میں نے تم سے کیا کہا تھا: انھوں نے خدا کہا۔

” ابھی ملک ہم لے آپ کو اپنا نیصد کب منایا ہے: میں
لے ڈوئے بغیر کہا۔

” اور ” اس کے منہ سے بکھرا۔
” اور پھر ہم تو ان کی موت کی نہر من کر آئے ہیں اور کسی

کی موت کی نہر من کر آئا کوئی قابلِ احترام بیات نہیں :

” ہوں اچھا۔ یہ کہ کرو، میت کی جرن مڑتے۔ چند لمحے تک

اس کی جرن دیکھتے رہے :

” آپ نے قفلی کی حاجی صاحب۔ انھیں بستال سے نہیں لانا
چاہیے تھا :

” یہ دہان رکنے پر کسی طرح تباہ ہی نہیں تھے ”

” ہوں۔ خیر۔ ” دو دو لے۔

چند لمحے تک بادزوہ یعنے کے بعد وہ یہ دیے ہو گئے :

” آپ کو شوکی صاحب کے مشورے پر ملایا گیا ہے: ششی، دولی۔

کیا مطلب ہے جمالی نور نے پوچھ کر کہا۔

” ان کا کہنا ہے کہ آپ یہ کیس قتل کا بن گیا ہے :

” ان ! یہ تو خیر ٹیک ہے :

” بھکر میں تو پکھ اور بھی کہا چاہتا ہوں : میں سنبھدو، لجھے
میں بولا۔

” بھی شکریہ۔ ہمارا بھی ذما کر آپ لوگ اپنے گھر جائیں ”

” جی، بہت بہتر۔ ہم اپنے گھر پہنچ جاتے ہیں، میں ایک بات
کہ کر جائیں گے: میں نے پر نور لجھے میں کہا۔

” میں نے کہا۔ آپ لوگ جا سکتے ہیں :

” جی نہیں۔ ایسے کیسے جا سکتے ہیں۔ یہ تو بتانا ہی ہو گا کہ

حاتم بیگ صاحب کی موت ٹانگیں کشنا کی وجہ سے نہیں ہوئی۔
یہ صدر تو وہ برداشت کر گئے تھے اور ہسپتال سے بھی آگئے تھے،
ان کی موت دیاصل زبردست ہوئی ہے۔
• کیا ڈڑہ سب چلا اُشے۔

اشنوق، اخلاق اور آفتاب نے بھی چلانے میں ان کا ساتھ دیا
تھا۔

زہر کی کانی

چند لمحوں کے لیے کمرے میں موت کا سٹا پھا گیا۔ پھر
جلالی نور کی آواز اُبھری :
”تمہارا دماغ تر نہیں پل گی :
• یہ شہدار اندازہ آپ نے کس طرح لگایا انکل : آفتاب نے
بُرا مان کر کہا۔
• اس گھر میں سب لوگ حاتم بیگ پر جان دینے والے ہیں،
بولا زہر کون میں سکتا ہے :
• وہ۔ جس نے ٹانگیں کھائیں یا کٹوائیں : میں نے پر سکون
آواز میں کہا۔

• لیکن کیوں۔ اگر اسے حاتم بیگ کو جان سے مارنا تھا تو پھر
اسی وقت کیوں : مار دیا جب ٹانگیں کافی تیس، جان سے مارنا
تو ٹانگیں کامنے سے آسان تھا۔
• اس نے سوچا تھا کہ ٹانگیں کٹ جانے کے بعد حاتم بیگ زندہ

کی طرف دیکھا :
” دراصل میں چاہتا ہے تھا کہ یہ رے دوست کی بیت کی بے عہتی
د ہو۔ ”

” اور فرض کریں ، آپ کے دوست کو کسی نے زہر دیا ہے —
 تو کیا آپ زہر دیستہ والے کو سزا دلانا پسند نہیں کریں گے ہے ؟
 ” یکوں نہیں — میں تو ایسے آدمی کا خون پینا پسند کروں گا ۔ ”
 ” مہربانی فڑا کر آپ خود خون نہ یہیکی گا ۔ یہ کام عدالت پر
 پھرڈیں : اخلاق نے گھرا کر کا ۔ ”

” پھر رہو — تم لوگوں کو ان حالات میں بھی مذاق کی سوچی
 ہے : جلالی نور بخا کر بولے ۔ ”

” اگر آپ نے پوست مارٹم دکرایا تو ہم انجارات میں شائع
 کراؤں گے : میں نے کویا دھکی دی ۔ ”

” اس سے پہلے کہ تم اخبار میں کوئی خبر شائع کراؤ گے ، میں
 تھیں اس ونیا سے رخصت کر دوں گا ۔ ”

” مل — یکن جناب : ابھی ہمارا رخصت پر جانے کا کوئی
 پروگرام نہیں : اخلاق نے گھرا کر کا ۔ ”

” مجھے تھا دے پروگرام سے کوئی واسطہ نہیں :
 ” انکھڑا صاحب — میرا خجال ہے ، جھٹکا کرنے کا کوئی خالدہ
 نہیں — ہم جانتے رہیں ، زہر نہیں دیا گی ، تو پھر ان لوگوں کا شک

نہیں رہیں گے ، یہیں کہ نہ نہیں کرنے گے : چنانچہ اس نے زہر کا سہما
 یا : میں نے جواب دیا ۔ ”

” تھاری بات میں کوئی زور نہیں ہے — تم بے پر کی آٹا
 رہے ہو ، زہر دیے جانے کا قلعہ کوئی امکان نہیں ہے ”
 جلالی نور نے جمل بھی کر کھا ۔ ”

” پوست مارٹم کی روپورٹ یہی بات میں اس قدر زور
 پیدا کر دے گی کہ کسی بھی کسی کی بات میں زور پیدا ہوا ہو گا ۔ ”
 میں نے تسلیم کیا ۔ ”

” اور پھر تو شاید زور پیدا کرنے کے بھی مقابلے شروع ہو جائیں
 آنکھ نے بول کھلا کر کہا ۔ ”

” ہمیں واٹ کا پوست مارٹم کرانے کی ضرورت نہیں ۔ ہم جانتے
 ہیں کہ یہ موت مانگیں کٹ جانے سے ہوئی ہے : حاجی سراب نے
 بھی جلالی نور کا ساتھ دیا ۔ ”

” اس صورت میں بھی پوست مارٹم کرانا ہو گا — مگر موں کی
 گزناواری کے بعد عدالت آخر اپنی سزا سنائے گی ، یہ سزا پوست
 مارٹم کی روپورٹ دیکھ کر ہی سنائی جا سکے گی ۔ اور پھر اگر اپنیں
 زہر نہیں دیا گی تو آپ لوگوں کا پوست مارٹم کرانے میں کیا
 حرج ہے ۔ ”

جلالی نور اور حاجی سراب نے پریشان ہو کر ایک دوسرے

کیوں ؟ قُدُّم کر دیا جاتے۔ پُرست مادم کرا دیا جائے؟
یہ ہوتی نایات ہیں سکرا دیا۔

اور آخر ایجو لینس کے لیے دن بیٹھی۔ حاتم بیگ کی لامش کو ہسپتال بیج دیا گیا۔ جلالی فور بھی رُخت ہو گئے۔ لیکن ہم بھول کے توں بیٹھے رہے:

اب آپ دو گوں کا کی پروگرام ہے ہم مارب نے
ناخوش گوار بھے ہیں کہا، انہاد ایسا تھا بیسے کہ دلما جوا
اب تم دو گوں کا یہاں کیا کام۔ پلٹے پھرت نظر آؤ۔

ہم آپ سے صرف یہ بدچنان چاہتے ہیں کہ حاتم بیگ کے
والد کا کیا ہام تھا اور وہ کہاں رہتے تھے؟

کیوں۔ اس کی کیا مزہ دت پڑ گئی؟ اس نے پونک کر کہا۔

مزہ دت پڑ نہیں گئی۔ ہم امکانات کا جائزہ لے رہے ہیں۔

حالات بیب و غریب ہیں۔ جرم تک ہم تمام حالات پر
کے بعد ہی پہنچ سکتے ہیں:

ہوں۔ آپ شیک کتے ہیں۔ حاتم بیگ کے والد کا
آٹم بیگ تھا۔ وہ گاؤں راہات میں رہتے تھے۔ حاتم بیگ
تیسم ماحصل کرنے کے لیے شہر آگی اور سکول ہیں ہی ہم رہتے
ہیں، پھر اس کے والد کا انتقال ہو گیا اور والد کے پندہ

بعد والدہ بھی پل بیس۔ اس کا دنیا ہیں لور کوئی نہیں تھا۔

لہذا میں اپنے ہاں نے آیا اور اس وقت سے وہ بھارے
ساتھ رہی تھا۔ میں نے اسے بھی اپنے سے الگ نہیں سمجھا۔
گھر کے اولاد سے زیادہ اس گھر میں اسی کی عزت تھی، حاتم
بھی اس کا حکم پختہ پورا کرتے تھے۔ اور گھر کے افراد کا بعد
میں۔ ذکر کو تو میں نے غاص طور پر اس کی خدمت پر مقرر کر دیا
تھا؛ یہ کہتے کہتے ماجھی سہرا ب کی پلکیں بھیگ گئیں۔

ہوں۔ مجھے افسوس ہے۔ میں نے آپ کا فم پھر تازہ کر
دیا۔

اب یہ فم تازہ رہی رہے گا۔

گاؤں راہات میں ان کا پتا کی ہے؟ میں نے پوچھا۔
”وہ اتنا بڑا گاؤں نہیں۔ جس سے بھی پوچھیں گے، بتا دے
گا، لیکن وہاں بار کر آپ ولگ کیوں کریں گے۔ وہ مکان تو ایک
قدت سے مند ہے۔ وہاں ہی حاتم بیگ کے والد کی زمین
تھی۔ وہ زمین بھی اب تو بخوبی ہے۔ ظاہر ہے جب
اسی پر کاشت ہی نہیں کی گئی تو کام کی کس طرح وہ سکتی
تھی۔ میں نے اپنے دوست کو الجھن سے محفوظ رکھنے کے
لیے اس پر کاشت نہیں کرائی تھی۔ یہاں کس پیغز کی کی
تھی۔

اس صورت میں آپ نے وہ مکان اور زمین فروخت کیوں نہیں

گروادی۔ میں نے اعزازی کیا۔

” روپے پیسے کی کمی آج تک محروم نہیں ہوتی۔ لہذا اس طرف توجہ نہیں دی۔“ اس نے بتایا۔

” آپ کا کاروبار کیا ہے۔ پولیس والے آپ کے اشاروں پر کیوں ناپتے ہیں؟“

” میں اپنے حک کا سب سے بڑا ٹھیکیا۔ جوں، ادب پری آدمی ہوں۔ اس حک کا سب سے بڑا دولت مند آدمی بھی ہوں۔ اس کے علاوہ، نیشنل اینسلی کا سبھی بھی ہوں۔ ان حالات میں پولیس میرے آگے جیچے رہ پھرے تو یہ کرے۔“
” شقی صابر کی شادی آپ نے اپنے دوست سے خود طے کرائی تھی؟“ آفتاب نے پوچھا۔

” اسی۔ میرے علاوہ یہ کام اور کون کرتا؟“

” یہ ایسا ان دونوں کی مریضی سے ہوا تھا۔“

” اہا، اگر ان کی مریضی نہ ہوتی تو میں کیوں درست طے کرائما۔“
” آپ کی اپنی شادی ہو چکی ہے؟“ میں نے اس کی طرف دیکھا۔

” نہیں۔“ وہ کھونے کھونے انداز میں بولے۔

” یہ کسی بھارتی ہو چکی ہے؟“

” ابھی نہیں۔ میں پاہتا تھا۔ پس میرے دوست کی شادی

ہو چاہئے۔ اسی کے بعد میں اپنی شادی کروں۔“

” تو یہی ہوا، کسی بھارتی تو کی ہی جا سکتی تھی۔“

” بس۔ اس طرف دیکھاں ہی نہیں دیتا۔“

” جوں۔ اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟“

” کیا مطلب؟ وہ اچل پڑا۔ آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔“

” میں شادی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔“ میں نے سرد آواز میں کہا۔

” شادی آپ کا دماغ پل گیا ہے۔ میرے گھر میں میرے جان

سے زیادہ عنزیز دوست کا انتقال ہو گیا ہے اور آپ میری شادی

کی بات کر رہے ہیں۔“

” جان داتھی۔ یہ میری لعلی تھی۔ بچے افسوس ہے۔ آؤ

بھی ملیں۔“

اور ہم باہر بھل آئے۔ ایک بھی سے احسان نے بچے

بڑی طرح گیر رکھا تھا، لیکن میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ احسان

ہے کیا۔

” کیا نیوال ہے بھائی جان۔“ پھر موز کھٹکاں میں راگاؤں

راوات ”آفتاب نے میری طرف دیکھا۔

” ان دونوں جھگوں پر جانے سے پہلے میں پوست مارٹم کی

رپورٹ سننا پسند کر دیا گا، کیونکہ میں جانتا ہوں۔“ رپورٹ کی

ہو گی۔

"بہت بہت شکریہ۔ تو پھر فرمائیے۔ کیا رہا؟"

"رپورٹ میں لکھا ہے۔ موت دونوں ننائیں کرتے جانے کی وجہ سے ہوئی ہے، لیکن بھرخون بہت بہرگیا تھا۔"

"ایں۔ بیس۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں چلا آئا۔"

"تم کہ رہے ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے، بب کہ ہو جی پچکا۔"

"لیکن حاتم بیگ کو تو ہسپتال سے فارغ بھی کر دیا گی تھا، گویا وہ مانگوں کے صدے کو برداشت کر پکے تھے اور خطرے سے باہر تھے، وہ ہسپتال والے ایسیں پیشی کیں طرح دیتے؟"

"اُن خطرے سے باہر آؤ گئے تھے، لیکن شاید گھر میں کوئی بے اختیاطی ہو گئی۔ بہر حال میں نے رپورٹ تھیں سنادی۔"

لاش کو واپس بیسج دیا گیا ہے اور اب انھوں نے کمن دفن کی تیاری شروع کر دی ہے۔ اب تو تھیں کوئی اعتراض نہیں۔

"بھی نہیں۔ پورٹ مارٹم کرنے والے ڈاکٹر کا کیسی نام ہے؟"

"رمیاضن اکرم۔ اب اس کا داشت پاٹھا ہے کیا۔"

"بھی۔ شاید۔"

"ضور ضرور۔ جلالی نور نے کہا اور رسمیود رکھو دیا۔"

"تو رپورٹ سے زہر کا ثبوت نہیں مل سکا۔ آفیاب مایوسانہ اندماں میں بڑھایا۔"

"آپ کا مطلب ہے۔ رپورٹ زہر کی کہنی سنائے گی؟"

"ہاں بالکل۔ بے چے سو فیصد یقین ہے۔ میں نے پہنچ زور پہنچے میں کہا۔"

آخر میں دو گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بجی اور جلالی فون کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو شوک۔ یہ تم ہو۔"

"بھی ہاں۔ قربنا میں ہی ہوں۔ میں نے مسی صورت بنائی۔"

"قربنا تم ہی ہو، یہ کیا بات ہوئی؟" انھوں نے چیرانہ کر کر کہا۔

"آپ کے لیے تو میں قربنا سے بھی کم ہوں۔ بہر حال فرمائیتے فون کس لیے کیا ہے؟"

"خوشخبری سنانے کے لیے۔ تم واقعی بہت بڑے جاہروں ہو۔"

"بھی۔ کیا مطلب۔ آپ کیا کہ رہے ہیں بالکل، میں نے تو بھی ایسی بات سوچی بھی نہیں۔"

"پورٹ مارٹم کی رپورٹ مل گئی ہے۔ میں حاجی سراب کو فون کر پہنچا ہوں۔ اس کے بعد خیال کی کیوں د تھیں بھی اطلاع دے دی جاتے، لیکن پورٹ مارٹم کا خیال تم نے بھی دلایا تھا۔"

”بیکو سر۔ ان کی آواز میں گردہ میں نے کہا۔

”اوہ ہو۔ شوکی۔ یہ تم ہو۔

”جی ہاں۔ آپ کا خادم۔ کچھ در پستہ ڈاکٹر ریاض اکرم نے ایک نوجوان شخص حاتم بیگ کی لاش کا پوست مارٹم کی ہے۔ ہمارے خیال کے مطابق اسے زہر دیا گی ہے، میکن ڈاکٹر صاحب کی پوست اس کے آٹھ ہے۔ مہربانی فرمائی کہ زہر کی قوت کیسی اور معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ حقیقت کی ہے۔“

”بعنی اگر اس نے رشتہ وصول کی ہے اور پوست غلط کر دی ہے تو وہ بے اصل بات کیوں بتانے لگا۔“

”پہلے آپ فون تو کریں۔ اس سے بھی ہمارا ایک مقصود مل ہوتا ہے۔“

”ایک بات ہے۔ تین منٹ بعد بے فون کرنا۔ یہ کہ کر انھیں نے فون بند کر دیا۔“

”تین منٹ بعد میں نے پھر ان کے نمبر ملا کے۔ میری آواز سننے ہی انھوں نے کہا۔“

”ڈاکٹر ریاض اکرم نے پوری طرح گارڈنی دی ہے کہ موت زہر سے نہیں ہوتی۔“

”اوہ۔ بہت بہت شکریہ سر۔“

”اب میں نے بچ کر کیم الدین صاحب کو فون کیا۔ میری آواز

”نہیں۔ فدا جلدی سے ڈاکٹر ریاض اکرم کے نمبر دیکھو۔ میں نے بے پہن ہو کر کہا۔“

”اچھا۔ آفیا نے کہا اور ڈاکٹر ریاضی پر چٹ گیا۔ پانچ منٹ بعد نمبر مل گیا۔ میں نے ڈائل کیا تو ایک بھادی بھر کم آواز کا ذکر سے ملکرانی۔“

”ہیلو۔ ڈاکٹر ریاض اکرم پات کر رہا ہوں۔“

”اور میں شوکی ہوں جناب۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حاتم بیگ کا پوست مارٹم آپ نے کیا ہے۔ اور یہ کہ مت مانگیں کٹ جائے ہے ہوتی ہے۔“

”شوکی۔ آپ نے اپنا بھی نام بتایا تا۔“

”جی بالکل۔ کیا آپ کو میرے نام پر کوئی اعتراض ہے۔“

”نہ نہیں۔ ان تو آپ کی پوچھ رہے تھے۔“

”کچھ در قبل آپ نے حاتم بیگ نامی ایک نوجوان کی لاش کا پوست مارٹم کیا ہے۔ کیا اس کی موت زہر سے نہیں ہوتی۔“

”نہیں۔ مانگیں کٹ جانے سے ہوتی ہے۔“

”شکریہ۔ کیا آپ کو یقین ہے۔“

”کیا مطلب۔ اس میں یقین ہونے یا نہ ہونے کی کیا بات۔“

”ہم واقعی۔ اچھا جناب شکریہ۔ یہ کہ کر میں نے رسیدور رکو دیا اور کچھ سوچ کر آئی جی۔ افواز عالم صاحب کے نمبر ملائے۔“

سُن کر دو بولے :

”بھی شوکی۔ کہاں غائب ہو گے؟“

”بھی بس سے کیوں میں غائب ہیں۔ آپ سے ایک درخواست ہے۔“

”ہاں ہاں کھو۔“

”آپ نہ ریا کر ریاض اکرم کو فون کر کے آتا معلوم کر دیں کہ ایک نوجوان شخص عاتم بیگ کی موت کیا واقعی زہر سے نہیں ہوئی۔“

”یہ کیا بات ہوئی؟ وہ حیران ہو گر بولے۔“

”اخنوں نے اس کی لائش کا پوٹ مارٹم کیا ہے۔ ہمارے نیال کے مطابق موت زہر سے ہوئی ہے، لیکن ان کی پیدائش زہر کی کہانی نہیں سنتی۔ نہ آپ ان کو فون کر کے الہیناں کریں۔“

”اچھی بات ہے، میں سمجھ گی، تم کیا چاہتے ہو؟“ اخنوں نے ہس کر کہا۔

”جلد ہی میں نے انہیں پھر فون کیا تو وہ بولے：“

”نہیں بھئی۔ یہ موت زہر سے نہیں ہوئی۔“ اخنوں نے پوڑی طرح الہیناں دلایا ہے۔

”شکریہ سر۔“

”اب میں نے انکل فارانی کو فون کی۔ ان سے بھی بھی درخواست کی۔ میری درخواست نے انہیں بھی حیرت میں ڈال دیا۔ تاہم انہوں نے بھی ڈاکٹر ریاض اکرم کو فون کی اور انہیں اعلان دی کہ وہ نہر سے نہیں ہوئی۔“

”اوہ اب چلیں۔ میں آٹھ کھدا ہوا۔“

”آخرانتے فون کرنے کی کیا ضرورت تھی؟“ اشراق نے یہاں سامنہ بنایا۔

”تم نہیں سمجھو گے۔ میں سکرایا۔“

”ڈاکٹر بھٹکی سے میں پتا فوٹ کر چکا تھا۔ لہذا آدمی گھنٹے بعد میں ڈاکٹر ریاض اکرم کی کوشش کے دروازے پر دھک دے دیا تھا۔ کوشش بہت شاذ تھی۔ ایک بڑی بڑی موچھوں والے ٹکاڑم نے دروازہ کھولا۔“

”بھی بخاں۔ کیا حکم ہے؟“

”ہمیں ڈاکٹر صاحب سے ملا ہے۔ ایک بہت منوبی کیس کے سلسلے میں۔“

”اچھی بات ہے، میں انہیں اعلان دیتا ہوں۔“ اس نے اس اور چلا گیا۔ جلد ہی واپس آیا اور ہمیں ڈاکٹر رومیں بٹھا کر چلا گیا۔ پانچ منٹ کے پریشان گئے انخلاء کے بعد اس نے پھر ڈاکٹر احمدی اندر داخل ہوئے۔

ڈاکٹر ریاضی اکرم۔ اور آپ؟

شوکی براہ دردناک؟

کیا مطلب؟ وہ دو کھلہ کر ایک قدم بیچھے ہٹ گئے۔

مخفاف بیچھے گا جناب، ہم اتنی خوفناک پیز تر نہیں: میں ت

نہ بتایا۔

”تبت۔ تم کیا پاہتے ہو۔ یہاں کیوں آتے ہو۔“ وہ گھبراے

ہوئے انداز میں بولے۔

”ہم جانتے ہیں، عالم بیگ کی موت زہر سے ہوئی ہے۔“

لیکن آپ نے روپرٹ میں لکھا ہے کہ موت زہر سے نہیں ہوئی۔

اور وہ آپ نے آئی بھی صاحب، بخ کیم الیں صاحب اور شر کے

ایک اہم ادمی فارانی صاحب کو بھی یہی بتایا ہے کہ موت زہر سے

نہیں ہوئی۔ نہیں بھی یہی بتایا ہے، لیکن اس کے باوجود یہ

دوستی کرتے ہیں کہ موت زہر سے ہوئی ہے۔“

”تم۔ تمہارے پاس اسی کیا ثبوت ہے۔“ ڈاکٹر نے پریشان

ہو کر کہا۔

”ثبوت کوئی نہیں، لیکن ہم پوسٹ مارٹم کی اور ڈاکٹر

تو کرو سکتے ہیں۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ میں اس شر کا بہت بڑا ڈاکٹر

نمودر۔

”اگر ہم اتنے بڑے بڑے آدمیوں سے آپ کو فون کروا سکتے
ہیں تو لاش کے ذمہ سے پوسٹ مارٹم کا انعام بھی کرا سکتے
ہیں۔“

”اوہ۔ تو وہ فون تم نے کرتے تھے۔“

”تو اور کیا؟“

”اس کے باوجود یہی یہی کہوں گا کہ موت زہر سے نہیں
ہوئی۔“

”ایک بات ہے۔ دیکھا جائے گا۔“ میں نے کہا اور انٹھ کھڑا ہوا۔

”کیا دیکھا جائے گا؟“ اس نے بچے گھورا۔

”بس۔ آپ دیکھو یہی لیس گئے کہ کیا دیکھا جائے گا؟“ آفتاب خدا

اور ہم باہر نکل آئے۔ ڈاکٹر ریاضی اکرم کمرے کے خرچ پر بہت

بن کھڑا دیگی تھا۔

”کہوں بھی۔ دال میں کلاہ ہے یا نہیں۔“

”بھی جاتی جان۔ ہاںکل ہے۔“ آپ نے کمال کر دیا، لیکن یہ

بتاتی ہے۔ آپ کو زہر کا شہر کیسے ہوا؟“

”زندہ حالت میں عالم بیگ کا چہرہ ہاںکل زرد تھا۔ اس میں

ارخی یا نیساپن نام کو بھی نہیں تھا۔“ لیکن مرنے کے بعد چہرہ

نیلوں پورا ہا تھا۔ اور پھر حالات اس حد تک عجیب تھے کہ

بچے زہر کا خیال آگئی۔ پھر میرے زہر کا ذکر کرنے پر

دنی کرنے کے پچکریں ہیں۔
 اچھا! میں دیکھتا ہوں۔ انہوں نے یہ کہ کر دیکھو رکھ دیا۔
 آپ نے یہ قدم آشنا تو یا پے، لیکن اگر نہ ہر ثابت نہ ہو
 کہ آئی جی صاحب ہمارے پارے میں کیا خیال کریں گے؟
 اشناق سے پریشان ہو کر کہا۔
 یہی کہ ہم سے غلطی ہو گئی۔ کم از کم وہ بیس بدنیت
 ہرگز خیال نہیں کریں گے۔
 ہوں؛ دیے کی آپ کو داقتی میں ہے کہ حاتم بیگ کو نہ
 دیا گی ہے۔
 ہاں۔ پاکل۔ قھا کرسے، اس مرتبہ ہو ڈاکٹر پوسٹ مارٹم
 کرسے، وہ دشوت نہ لے۔
 آئیں! ان تینوں نے ایک ساتھ کہا۔
 ہم اختخار کرتے رہے۔ اختخار کرنے کے سماں کر بھی کیا
 سکتے تھے۔ آخر فون کی گھستی بھی۔
 تو بھی۔ ذہر کی خبر گئتے کے لیے سیار ہو جاؤ۔ میں نے
 پڑھوں اداز میں کہا اور دیکھو رکھا یا، فرمایا، یہ جملی نہ کی
 دھاختی آواز سننا تی دی۔
 تم نے اپنے ہی میں بے شمار کائٹھو یے میں اور اب
 مرتے دم تک ان کا نتوں سے بجات نہیں ہے گی:

جملی نہ جس طرح چونکا، اس سے میرے خیال میں ادھ پنگلی آ جی۔
 اب کیا پروگرام ہے؟
 ہم اس لائن کا پوسٹ مارٹم دوبارہ کرائیں گے اور اس
 مرتبہ کوئی ایسا ڈاکٹر پوسٹ مارٹم کرے گا جس نے کبھی رشتہ
 لی ہو۔ میں نے پرہ عزم انداز میں کہا۔
 باہر نکل کر میں نے آئی جی انوار عالم صاحب کو ہان کی
 اور ان کی آواز سشن کر بودا۔
 معاف یکیجیے انکل۔ آپ کو پھر تکیت دے دیا ہوں۔
 پاہستہ میں، حاتم بیگ کا پوسٹ مارٹم ایک بار پھر کرایا جائے
 اور اس مرتبہ کوئی ایسا ڈاکٹر پوسٹ مارٹم کرے۔ جس نے آئی
 سک رشتہ نہ لی ہو۔
 شوکی۔ تم آخر پوسٹ مارٹم کے یہی کہو پڑا گئے ہو۔
 یہ ایک بہت بھی ابھ وغناک معاملہ ہے سر۔ اگر
 پوسٹ مارٹم: ہوا تو ایک بہت بھی انک جرم مخفیہ م پر نہیں آ
 سکے گا۔ میں نے وہ اتحاد سے کہا، حالانکہ میرے فرشتوں کو
 بھی معلوم نہیں تھا کہ جرم کیا ہوا ہے اور وہ بھی انک بھی سے
 یا نہیں۔
 اچھا شوکی۔ میں گوشش کرتا ہوں۔
 لیکن سر۔ بہت بدھی کی ضرورت ہے، کیونکہ وہ لوگ بدھ

• یہ آپ کی کہ رہے ہیں انکل : میں نے جیران ہو کر کہا۔
• جو کہہ رہا ہوں۔ تم سمجھو ہی رہے ہو۔ ان الفاظ کے
ساتھ ہی انھوں نے رسیدور رکھ دیا۔

"جلال نور صاحب تھے۔ بہت گرم ہیں؟"
• وہ تو نظر ہر بڑے۔ ان کی مرمنی کے نمایاں دوسرا مرتبہ
پورست مارٹم ہو رہا ہے:

شیک ایک گھنٹے بعد گھنٹی بیکی، میں نے رسیدور اٹھایا تو
دوسرا طرف سے آئی بھی صاحب کہ رہے تھے :

"بھنی شوگی۔ تم لوگ یہرے دفتر آ جاؤ۔"
• بھی۔ کیا مطلب۔ میں نے جیران ہو کر کہا۔
لیکن دوسرا طرف سے تو فون رکھ بھی دیا گیا تھا۔

"آئی بھی صاحب ہیں وفتر بل اسے ہیں؟"
"رات کے اس وقت ہے اخلاقی جیران ہو کر بولا۔
"ان : معلوم ہوتا ہے، عالم الچھڈی ہے۔ شاید وہ دربار
پورست مارٹم ہیں کہا گئے۔
"یہ یہ بُرا ہوا۔"
"تی اعلیٰ۔ یہ صرف خیال ہے، ہو سکتا ہے، انھوں نے پورست
مارٹم کا لیا ہو۔ خیر اور پلیس؟"

تم پریشان صورتیں لیے آئی بھی صاحب کے دفتر میں داخل
ہوئے اور یہ دیکھ کر جیرت زدہ رہ گئے کہ وہاں صرف آئی بھی
صاحب ہی نہیں تھے۔ ان کے ملا وہ حاجی سہرا، میاکٹریونی کرم
اور ایک دو صاحب تھے۔ انھیں ہم نے پہنچے نہیں دیکھا تھا:
"اوٹ شوگی۔ ہم سب تھارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ آپ
ذریعہ داخل کے سیکھڑی ہیں اور حاجی سہرا صاحب کے گرے

دوسٹ بھی۔

”اپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی جناب: میں نے مسکرا کر اور ہم غالی کریں وہ بیٹھ گئے۔
”شوکی۔ یہ لوگ چاہتے ہیں، حاتم بیگ کی لاش کا دوبارہ پوست مارٹم نہ ہو۔ میں نے اپنے ٹنکے کے ترییے لاش دوہا ہسپال منگالی تھی، لیکن یہ حضرت میرے پاس آگئے۔ اور آنے سے پہلے سیکڑی صاحب کے ترییے پوست مارٹم سا حکم بکی دکوا دیا گیا۔ ڈاکٹر قیدر بخاری دہلی پنج بھی چکے تھے۔ انسیں بھی رکن پڑا۔“

”آخر یکوں۔ اگر دوبارہ پوست مارٹم ہو جاتا تو کیا صرف تھا۔ کوئی رجح نہیں، لیکن میرے دوست کی میت کی مٹی پس جو جائے گی: حاجی سراب نے کہا۔

”لیکن اس طرح ہر مر چھارہ جائے گا: میں نے مٹے بنایا۔“ بات یہ ہے بھی کہ ہمارے نزدیک ڈاکٹر دیمن ہاکرم بالکل قابل اعتماد ہیں۔ یہ اپنے پیش سے خداری ہرگز نہیں کر سکتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمیں وہم ہو گی ہے۔ آخر ہم تھار دہم کو دوڑ کرنے کے لیے لاش کی بے حرمتی کیوں کریں۔ تم حاتم بیگ کے لیے لگتے ہو۔ میں یہ مطابق حاجی سراب کرتے تو ایک بات بھی تھی۔ یہ ان کے دوست تھے۔ مدتوں سے ساقے۔

”رہے ہیں۔ اس لیے میں نے انوار عالم صاحب سے یہ کہہ دیا ہے کہ لاش کا پوست مارٹم دوبارہ نہیں ہو سکتا۔“

”لیکن سر! یہ را دھونی ہے کہ یہ بہت نہر سے ہوئی ہے۔ گروہ صاف سترھا تھا کہا کیس ہے۔ اگر پوست مارٹم نہ کرایا گی تو قاتل کو سزا نہیں مل سکے گی۔ اور یہ ایک بہت غلط بات ہو گی۔“

”ڈاکٹر دیمان ہاکرم ہمیں اطمینان دلا چکے ہیں۔ نہر کا کوئی امکان نہیں۔ لہذا پوست مارٹم نہیں ہو گا۔ اچا انوار عالم صاحب اپ ہم پہلیں گے آپ انہیں سمجھا دیئے گا۔“

”جی ہوتا۔“

سیکڑی صاحب، حاجی سراب اور دیمان ہاکرم پہلے گئے۔

”آپ میں کی سمجھانا چاہتے ہیں نہ۔“

”یہ کہ اس کیس سے اگل ہو جاؤ۔ یہی تھار سے لیے بہرے ہے۔ یہ معاملہ تھاری پیش کا نہیں۔ اور تھاری کیا، میری پیش کا بھی نہیں۔ اگر میں چاہوں کہ اس معاملے کی تفتیش کروں اور پوست مارٹم کروں تو بھی نہیں کر سکتا۔ سیکڑی صاحب کی یہاں آمد کا یہی مطلب ہے۔ اور یہ تو ان کی سربانی ہے کہ خود یہاں آئے ہیں۔ یہ بچے فون پر بھی یہ حکم دے چکے تھے۔“

”افروس۔ مدد انہوں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔“ میں نے

روتی آواز میں کہا۔

”شوکی۔ تم ہمیں جانتے۔ بعض اوقات معاف اس قدر
بڑا ہو جاتا ہے کہ صدر صاحب بھی بیجور ہو جاتے ہیں۔ پر
وگ اتنے با اثر بھی ہیں کہ صدر صاحب بھی ان کے خلاف کہداں
کا حکم دیتے ہوئے گجراتے ہیں۔“

”یہ صورت حال تو اور بھی خطرناک ہے جناب۔ پھر حکم ہیں
انصاف کہاں رہا۔ پھر وگون کو قتل کی سزا کیوں دی جاتی ہے۔
وہ سربے ہرام کی سزا میں وگ جیلوں ہیں کیوں سوتے رہتے ہیں۔
”بھی شوکی۔ جو سے اس موضع پر بات ذکر وہم بیو
ہیں۔ باہل بیو۔ وہی کچھ کہ سکتے ہیں جس کی اور سے اجازت
مل جائے۔“

”نہیں۔ نہیں۔ اسلام میں ایسی حکومت کا کوئی تصور نہیں۔
ہمارے دین اور مذہب کے باہل خلاف ہے۔ ہمارے بھی کوئی
تو فردتے ہیں کہ اگر میری بیٹی فاطمہ فاطمہ بھی بیوی کرے
تو اس کے بھی ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ اسلام تو یہ ہے سر۔“

”اہن شوکی۔ اسلام تو بھی ہے، لیکن۔“
”وہ کہتے کہتے ہو گئے۔ شاید ان کی بھروسہ نہیں آ رہی
تھا کہ کیا کہیں۔ ایسے میں افتاب بولا۔“
”اپ نے ذکر قدر خوری کو پورث درث کے لیے حکم دیا تا۔“

اور وہ لاش ٹک پہنچ بھی گئے تھے کہ اُپ نے موجودہ انہیں روک
دیا۔ کیا یہی ہات ہے تا سرہ؟
”اہن، باہل۔“

”تب پھر مہربانی فرمائی کہ دعا ذکر قدر بخاری کو فون کریں اور
پوچھیں کہ صون لاش کو دیکھ کر اپنی لئے کیا امنادہ لگایا۔
اچھا، وہ باتے اور ذکر قدر بخاری کے نمبر ڈائل کرنے
لگے، پھر بولے：“

”بیو! ذکر صاحب۔ انوار عالم بول رہا ہوں۔ اُپ لاش کے
پاس کچھ دیر تو شہرے ہی ہوں گے۔ کیا کچھ امنادہ لگایا اُپ
نے۔“

”یہ کہ کہ دوسری درخت کی گفتگو سننے لگے اور پھر جیرت نہ
امنادہ میں دیجور رکھ دیا۔ چند لمحے حکم ہیں تیز نظروں سے گھستتے
رہے۔ ٹنگ آگر میں نے کہا：“

”خیر تھے سرہ؟“
”ذکر قدر بخاری کو بیٹھنے ہے کہ موت نہرے ہوئی ہے۔“
”کیا؟“ ہم پر جوش انہاڑیں چلا آئیں۔



ہاں بھی۔ ان کا کہنا ہی ہے۔ بلکہ وہ ترکتے ہیں کہ جوں

۷ یوم میں کریں۔ وہ کسے دیں؟
۹ اور ۱۰ میرا سوال سن کر وہ دھک سے رہ گئے۔ اور سونج
ہیں ڈوب گئے۔

۱۰ کوئی جواب نہیں موجود نہ ہے۔ لہذا ہم اس کیس پر حکم
کریں گے۔ حکم کو سزا دوا کر دیں گے:
۱۱ آپ۔ آپ شیک رکھتے ہیں؟

۱۲ اگر ہیں شیک رکھتا ہوں تو پھر اُو۔ پھر مولود کھنڈان ہیں:
۱۳ بھی۔ اسی وقت۔ رات کو۔ بھلا ہم رات کو دہان یک کریں
گے۔

۱۴ تعلیش۔ مولود کھنڈان تک جانے کے لیے ہمیں ایک میکی کی
ضرورت ہو گی۔
۱۵ پھر بھی۔ نظر میں دوڑاڈ میکی کی تلاش ہیں، کیونکہ یہ آٹا آٹا
کام نہیں ہے۔ اخلاقی ہو لالا۔

۱۶ بھائی جان۔ کیوں نہ پھر ہم گاؤں راوات ہو آئیں۔
مولود کھنڈان دن کی تہذیب میں دیکھنا مناسب رہے گا۔
۱۷ میرا بھی۔ یہی تیجاء ہے:

۱۸ شیک ہے۔ راوات ہی سی۔ اور اس کے لیے بھیں اسیں
کارڈنگ رہا ہو گا:
۱۹ ہم اسیں پر پہنچے۔ گاؤں راوات کے لا گھاؤں، کروی

کو دیکھ کر ہی زہر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

۲۰ اور۔ تو ہمارا خیال شیک نکلا، یعنی سر۔ اب کیا ہو گا؟

۲۱ پچھے بھی نہیں۔ اپنے گھر با کر آدم کرو۔ وہ بولے۔

۲۲ بہت بہتر سر۔ آفتاب ہو لالا۔

۲۳ گویا آپ اس معاملے میں کوئی قدم نہ اٹھانے کا مشورہ دے
رہے ہیں؟ میں نے جلدی سے کہا۔

۲۴ ہاں! اس کے سوا کوئی پارہ نہیں!

۲۵ بہت بہتر سر۔ آفتاب نے پھر کہا۔

۲۶ ہم ان سے رخصت ہو کر باہر نکلے:

۲۷ پہلے چھٹی ہوتی اس کیس سے۔ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

۲۸ چھٹی اس تقدیر، انسان ہے نکتی:

۲۹ جی۔ کیا مطلب۔ کیا آپ ان حالات میں بھی اس کیس پر
کام کریں گے۔ جس پر آئی تھی صاحب کوئی کام نہیں کر سکتے۔

۳۰ وہ سرکاری طازم ہیں۔ اپنے افراد بالا کا علم مانتے کے
پابند۔ جب کوئی کزادہ ہیں۔ کیا کچھ بہی میں نے سکتا کہا۔

۳۱ اور۔ میرے خیال میں یہ بہت خطرناک ہو گا۔

۳۲ ہاں! ہو سکتا ہے، یعنی میں تم تینوں سے ایک سال پوچھتا
چاہتا ہوں۔ حاتم بیگ نے ہمیں بھر پانچ ہزار روپے دیے تھے، اس

اس نے کہا اور ڈرتے قدم اٹھانے لگا۔ جلد ہی کتوں
کا پورا گردہ آتا نظر آیا، وہ سب حل کر جو نک رہے تھے اور ان
کے بھونکنے سے عجیب سماں بندھ گیا تھا:
”مارے گئے۔ تو نہ چانے کتے ہیں؟“

ان سے پہنچنے کا بس ایک ہی طریقہ ہے۔ اور وہ یہ کہ ڈرے
بیڑا کڑا کر پہنچنے ہوتے ان سب پہنچ جائیں اور ان کے پاس سے مل
جائیں۔ یہیں نے جلدی جلدی کہا۔
”یہیں ان کے پاس ڈرے۔ بیڑا پہنچنے کا کیا طریقہ ہے جانی جان۔“
آنکاب۔ بولا۔

اور یہی بھی محل گئی۔ یہیں بھی بھی ڈری ڈری تھی۔ اسی وقت
چوچکیدار کی آواز سنائی دی، ساتھ ہی اس کے لاٹھی سرک پر مارنے
کی آواز گوئی:
”خبردار۔ جا گئے رہنا۔ یہ کون پلا آ رہا ہے۔ دیں جوک جاؤ۔“

ان اخلاقانے ہماری اور جان نکال دی، ہرچوچکیدار صاحب
د ہوتے تو شاید ہم اسیشن کی طرف دوڑی ہی لگا دیتے، کتنے
اور چوچکیدار ایک ساتھ ہم سبک پہنچے۔ چوچکیدار اپنی لاٹھی سے اپس
پرے ہانک رہا تھا اور وہ اچھل اچھل کر آگئے آئے کی گوشش کر
رہے تھے:

اور دلہن اُڑ کر پہل آگے بڑھے۔ ایک پوچکیدار کی آواز گور سے ہی
روہی تھی:

”میرا خجال ہے۔ پتا مسلم کرنے کے لیے یہی آدمی مناس
گا۔“

”ہوں ٹھیک ہے۔ چلو۔“

ہم تیر تیر قدم اٹھانے لگے۔ اچانک کتوں کے بھونکنے کی
آواز سستائی دی:

”ارے باپ دے۔ یہ کیا میبیت نازل ہو گئی؟ آنکاب نے
گھرا کر لیا، کتوں سے اس کی جان نکلتی تھی۔

”گھرانے کی صورت نہیں۔ اشفاع رہا دے آگے آگے پہنچے گے
کئے اسے دیکھ کر ڈر جائیں گے۔ یہی نے بھی ڈری ڈری آواز یہی
کہا، کیونکہ یہی بھی کتوں سے ڈرے کے معاملے یہی کہا سے نہ
نہیں تھا۔“

”بھی کیا مطلب۔ یہ آگے آگے پہنچا۔ اور کہتے ہے دیکھا
ڈر جائیں گے۔ یہ کہ سے کیے کہ دیا۔“

”اس طرح کہ تمہارا قدم ہم سب سے بڑا ہے۔
یہیں بلے قد سے کئے کھوس ڈرنے لگے۔ وہ گھرا کر بولا۔“

”بھی ڈریں گے، تم نکر د کرہ اور آگے آگے چلو۔“
”کا۔ بھی بہتر جانی چاہیں۔“

” ٹھوڑا پستے بھے ان سے بات کرنے دو۔ اگر وہ پھر ہوتے تو میں تھیں نہیں روکن گا۔ تم ان کی سکتا ہوئی کر دینا؟ اس نے کتنی کو ڈالنا۔ وہ سم کرچھ بہت لگے۔

” بھروسے۔ جھنی داہ۔ تو آپ کی بات سمجھتے ہیں؟

” ان؟ بہت سمجھ دار ہیں۔ تم بتاؤ۔ کون ہو۔ کماں سے آئے ہو؟

” ہم شہر سے آئے ہیں۔ اس گاؤں میں پکو کام تھا۔ جلدی کی وجہ سے بھج کر انخلاء دکر لے۔ یہ گاؤں رادفات ہیں ہے ہا۔

” ہیں ہاں۔ شکل صورت سے تم لوگ پھر تو نہیں لگتے، میکن ہی سمجھتے ہو۔ نیر۔ اگرچہ ہوتے تو بہت بڑا حمال ہوگا۔ یہ کتنے تھیں ہیں چھاڑ ڈالیں گے؟

” بھی ہاں۔ تو ہمیں نظر آ رہا ہے۔

” تو پھر بتاؤ۔ کون ہو اور کیون آئے ہو؟

” ہم داصل اس گاؤں کے مہان ہیں۔ آپ حاتم بیگ کو جانتے ہیں؟

” حاتم بیگ۔ وہ جسے مایہی سہراب لے گیا تھا۔

” بھی ہاں۔ وہی۔

” ان۔ جانتا ہوں۔ اس کا باب تو میرا، بہت اچھا داقت ہے۔

” جھنی داہ، پھر تو ہوا؟ گیل؟ آفتاب خوش ہو کر بولا۔

” مرا کے آگی۔ اس دین مرا اتنے والی کیا بات ہے؟ پوکیدار نے مز بخایا۔

” مرا اس یے آگی کہ اب نہیں کرنی اور آدمی حلاش نہیں کرتا پر سے چاہ، بیکوںکہ نہیں تو داصل حاتم بیگ کے والد کے بارے میں یہی بات کرتی ہے۔

” اگر یہ بات ہے تو آؤ میرے ساتھ۔

” پستے اپنے ان چیزوں کو تو رخصت کر دیجیے؟ آفتاب نے کٹوں کی طفتر اشارہ کیا۔

” اودہ ہاں۔ یہ کہ کہ اس نے ایک ہار لاٹھی زمین پر زور سے باری۔ اور ہند آواز میں بولا۔

” دیکھو جسی۔ یہ لوگ پھر نہیں ہیں۔ جاؤ۔ پنا کام کرو۔ اور کئے دا مرآہر ہو گئے۔

” کھال ہے۔ یہ آپ کا اتنا حکم مانتے ہیں، آپ کل کا تو ان ان اپنے سے بڑھ کر اتنا کہن نہیں مانتا۔

” ان! یہ بہت اپنے کئے ہیں؟ اس نے کہا۔

” وہ ایک گھنٹہ درخت کے بیچے ہیں۔ لے آیا، یہاں ایک بڑا سا پلگ۔ پچا تھا۔

” تو اس پلگ پر۔ جس جاؤ۔ ہیں تم لوگوں کے لیے مت دیتے لے آؤں۔

۔ رات کر آپ نتی کہاں سے ہے آئیں گے؟ اشناق جران دو گی۔

” مطلب یہ کہ گھر میں جو پچھہ ہو گا ، میں آؤں گا؟ ”

” اس کی ضرورت نہیں۔ آپ بس ہمارے پاس بیٹھ جائیں۔ اور ہم سے بائیں کریں؟ ”

” اچھا یہ لو بیٹھ گی۔ اب بتاؤ۔ تم مجھ سے کیا باتیں کرنا پاپتے ہوئے؟ ”

” حاتم بیگ کے والد آتم بیگ کون تھے۔ کیا کرتے تھے؟ ”

” ایک سید سے مادے آدمی تھے۔ ان کی زین تھی۔ ان پر کاشت ہوتی تھی۔ میں یعنی ان کا ذریعہ آمدی تھا۔ ”

” اور کوئی بات نہیں؟ ”

” اور کوئی بات نہیں۔ ایک دن وہ اچھا ہر گئے۔ چند ماہ بعد ان کے صد سے سے ان کی بیوی بھی مر گئی۔ اور حاجی سراب بوج حاتم بیگ کا درست تھا، اسے شہر لے گئی۔ اس دن کے بعد حاتم بیگ کا دوں بوٹ کرنے میں آیا۔ ”

” اور ان کی زین؟ ”

” زین اس نے زیج دی تھی۔ ”

” زین اس نے زیج دی تھی۔ آپ کا مطلب ہے۔ حاتم بیگ نے زیج دی تھی۔ میں سیدھا ہو کر پیٹھ گی ، کیونکہ یہیں حاجی سراب

نے بتایا تھا کہ زین فروخت نہیں کی گئی۔

” ہاں۔ حاتم بیگ نے کسی نامعلوم آدمی کو زین زیج دی تھی۔ ”

وہ شہر کا ربستہ والا تھا۔ یہاں آگر اس نے اس زین پر ایک بہت بڑی عمارت تیار کرائی۔ ایک بیکھر سی عمارت۔ زین پر کہ آبادی سے دُود تھی۔ اس لیے کسی کی بکھر میں یہ بات : آسکی کہ اس عمارت کا مقصد کی تھا۔ پکھہ دگوں نے اس شہری سے یہ سوال کیا ہی، یہیں اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا کہ یعنی تم دیہاتی ولگ ہو۔ اپنے کام سے کام رکھو۔ دیہاتی واقعی اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ لہذا آتی بھی کسی کو یہ بات معلوم نہیں کہ اس عمارت میں کیا ہوتا ہے۔ وہ دیگوں بتانی کی گئی تھی۔ مٹا ہے۔ بات کے وقت اسی عمارت سے دھواں خرد آلتھا ہے۔ اب توگل اس سے خون زدہ رہنے لگے ہیں، ان کا خیال ہے۔ وہ شخص خرد کوئی جتنا تھا عمل کرتا ہے۔ اور اس عمارت میں اس کے پاس بھی آتے ہیں۔ جتوں کے لیے جو کھانا پکڑا جاتا ہے۔ اس لئے دھواں آلتھا ہے۔ ”

” اور یہ ہمارے من سے نکلا۔ ”

” اور آپ کا خیال کیا ہے؟ ”

” میرا خیال۔ میرا خیال بھی بھی ہے۔ میں بھی آخر ایک دیہات ہوں۔ ”

- لی وہ شری اب بھی نظر آتا ہے؟
” نہیں۔ ایک بات ہو گئی۔ اسے کسی نے نہیں دیکھا۔ ”
” وہ عمارت یہاں سے کتنی تاریخی ہے؟ ”
” قریبًاً تین کھوپڑی۔ دائیں طرف بوریک جا رہی ہے تا۔ سید جی
اس عمارت کی طرف لے جاتی ہے：“
” آؤ جنی پیلس یہیں بولو۔ ”
” یہ کہا۔ آؤ جنی پیلس۔ تو یہ تم اس عمارت کی طرف جاؤ گے یہ
” ہاں؛ ہمیں جانا ہی ہو گا۔ ”
” اور وہ سبیں رات کے وقت چوکیدار جو نیکارہ گیا۔
” ہاں؛ موجودی ہے۔ ”
” وہ تو دون کے وقت بھی ادھر نہیں جاتے۔ اور تم رات کے
وقت جاؤ گے۔ عمارت یہ ہے کہ تھوڑی در پستے گروپ سے ٹو
رہتے تھے：“
” ہاں؛ ان سب باتوں کے بعد جو دسمیں جانا ہو گا۔ ”
” آفریکیوں۔ تم کیوں جانا پاہتے ہوئے؟ ”
” اسی لیے کہ۔ ہم اس عمارت کا راز جاننے کے لیے ہی
یہاں آتے ہیں۔ ”
” یہ کیوں بات ہوئی۔ عمارت کے بارے میں تو یہیں نے تھیں بتا
ہے۔ ”

- ” یہ بھی نیجیک ہے۔ داخل ہم حاتم بیگ کی زمین کے بارے
میں معلومات حاصل کرنے آئے تھے۔ اب جب کہ یہ بات معلوم ہو
گئی کہ اس زمین کو کسی نے خریب یا تھا اور اس پر ایک عمارت
بنانی تھی تو ہم اسی کے بارے میں معلوم کر سکتے ہیں نہ۔ روسرے
یہ کہ وہ ایک عجیب عمارت ہے۔ جس سے ہواں اٹھتا رہتا ہے۔
اب ہم کس طرح رُک سکتے ہیں؟ ”
” تمہارا حاتم بیگ سے کیا تعلق ہے؟ چوکیدار نے پوچھا۔
” تعلق تو کوئی نہیں۔ بات صرف اتنی ہی ہے کہ اسے کسی
نے قتل کر دیا ہے اور ہم صفتہ ہے جاننا پاہتے ہیں کہ قتل کس
نے کیا ہے اور کیوں؟ ”
” اسے باپ رے۔ قتل۔ چوکیدار گھبرا کر آشکھرا ہوا۔
” کیا آپ اس سلطے میں ہماری حد نہیں کریں گے؟ یہی نے
دنخواست کی۔
” نہ۔ جملائیں کیا مدد کر سکتا ہوں؟ ”
” ہمارے ساتھ اس عمارت نیک پیلس ہے۔ ”
” اسے باپ رے۔ ”
” اچھا آپ اس بھگتی میں پہنچا دیں جہاں سے عمارت اندر آئے
گئی ہے۔ آگے خود پڑے جائیں گے۔ ”
” ہوں نیجیک ہے۔ تم اس کاون کے مہاں جو اور میں تمہارے

لیے اتنا چھروں کروں گا، لیکن میں وہاں چھروں گا نہیں۔ ”
”پہلے شیک ہے۔ میں کوئی امراض نہیں۔“

ہم اسی کے ساتھ قدم آخانے لگے۔ وہ گھاؤں کی، اسی حمارت
کی اور وہ گھاؤں کی باتیں کرنے لگا۔ ہم ہاں ہوں کرئے کے سوایا کی کہ سمجھے
تھے۔ ان ملاقات میں ہاں ہوں گرتا ہی بڑی بات تھی۔

وہنگھانے میں صرف تین گھنٹے باقی تھے۔ جب میں اس
حمارت کا اوپر والہ حصہ دکھانی دیا۔ فیصل نہ ہوتا۔ لہر اس کے دریان
میں سے ایک مینار اور آٹھ رہا تھا۔

”ارے۔ یہ مینار کیس سے آگی۔ چورکیدار بیکھلا آئھا۔
جی کیا مطلب؟“

”حمارت میں ہے مینار نہیں تھا۔ میں نے آج ہی دیکھا ہے۔
دھوان ضرور آلت دیکھا گی تھا۔ اب۔ اب تو میں ایک قدم آگے
نہیں جاؤں گا۔“

ان اتفاقوں کے ساتھ ہی اس نے گاؤں کی طرف دوڑ گا دی۔

نظر بند

ہم گھرا گئے۔ خون کا شدید احساس ہوا، املاق تو پھٹا ہی
آٹھا:

”ارے ارے۔ چورکیدار صاحب۔ میں تھے تو سو۔ نہ رات کیے۔ ہم
ہی آمد ہے ہیں۔“

”کیا کہ رب پتھر ہو املاق۔ ہم کیوں جانے گئے اس کے پیچھے
میں بتا آٹھا۔

”ست۔ تو پھر۔ کیا ہم یہیں ٹھہریں گے؟“ اشناق نے گھرا
کر کہا۔

”ذ صرف یہاں ٹھہریں گے۔ بکر آگے بڑھیں گے؛ میں نے
کہا اور قدم آگے کی طرف بڑھا دیا۔

”یہ آپ سیا کر رہے ہیں۔ اگر ہم آگے جا کر کیا کریں گے؟“

اشناق بولتا۔

”تب پھر۔ میں یہ کس طرح معلوم ہو گا کہ یہ کیا چکر ہے؟ میں

نے اسے گھوڑا۔

“ اسی کا ہے طریقہ نہیں ۔ ” میں یہاں سے فدا نوٹ جانا چاہیے۔
سے سے پستہ نہیں یہ معلوم کرنا ہو گا کہ آٹم بیگ کی زمین خوبی
کس نے تھی ۔ آناتب بولا۔

“ ہوں । شاید تم میک کتے ہو ۔ عمارت کے زدیک پہنچ کر
یا اندر داخل ہو کر ہم خطرے میں گھر لکھتے ہیں، اگر ہم خطرے
میں گھر گئے تو نلک کے ہمدرد دوں کو اس عمارت کے بدرے میں کس
حرب معلوم ہو گا۔ ”

“ گویا ہم واپس چل رہے ہیں ۔ ”

“ ہاں ہے عمارت کیسی بھائی نہیں چاہ رہی ۔ پستہ ہم معلومات
حاصل کریں گے، مقامی لوگوں سے مدد حاصل کریں گے اور اس کے
بعد اس عمارت کا رُخ کریں گے ۔ ”

“ پستہ پھر پیش ۔ د جانے کیوں ۔ مجھے تو بہت خوف محسوس
ہو رہا ہے ۔ ”

“ بھئی اٹیان ان رکھو ۔ اس عمارت میں کم از کم جن جھوٹ میں
رہتے ۔ ”

“ جن جھوٹ سے کیا ڈرتا ۔ آج کل کے انسان جن جھوٹوں سے
بھی دو ڈھنڈ بڑھ گئے ہیں ۔ طاقت در کمزوروں کو سکھ اور چین کی زندگی
برکرتے نہیں دیکھ سکتا ۔ ” میں نے مز بنا یا۔

“ میرا انتقال ہے، یہ بھگ ان باتوں کے لیے مناسب نہیں۔ آئیے جیں ۔ ”
اعلاقی بولا۔

اور ہم واپس نہ گئے۔ کوش سے بچتے پھاتے آخر چوکیدار
کے پھٹک میک ہپھن گئے۔ وہ نہیں دیکھ کر چوک میک آٹا ۔
“ تو تم لوگ بھی واپس آگئے ۔ ”

“ اود کیا کرتے۔ آپ کو آوازیں دیں، مگر آپ ذکر کے ہی نہیں ۔ ”
“ کیا آپ بجا کتے ہیں، آٹم بیگ کی زمین کس نے خوبی تھی؟ ”
“ ہم نے اسے ان دوں دیکھ فرماد تا جب اس نے عمارت
تیار کرنا شروع کی۔ یعنی ہم اس کا نام پتا کر نہیں جانتے۔ عمارت
بنانے کے لیے کاریگر اور دوسرا شرودی سامان بھی وہ شرپے ملکا
رہتا۔ اس لیے دیبا یتوں نے کوئی دلپیشی نہیں لی تھی۔ ”
“ کویا آپ کو نہیں معلوم ۔ وہ نہیں کس نے خوبی تھی؟ ”

“ جی نہیں ۔ ”

“ اس کا محلہ ہے، میں جس کا اختصار کرنا پڑے گا۔ اور
انتقال اراضی کے دفتر جانا ہو گا۔ وہاں سے ہی اس فرمیدار کا
نام معلوم ہو سکتا ہے ۔ ”

“ اس دفتر کا چوکیدار میرا بڑا بھائی ہے، وہاں تم لوگوں کو
میں لے پہلوں گا۔ ”

“ بہت بہت خمکھی ۔ ” میں نے خوش ہو کر کہا۔

• یکن یہاں تو یہ بات مشورہ ہے کہ زمین کسی نامعلوم اوری نے
خنزیری لی تھی۔ اور اس نے اس زمین پر ایک بہت بلیچڑی
عمارت بھی بنالی ہے:

• ہاں یہ ملکب ہے کہ ایک شخص نے اس زمین پر عمارت
بنائی تھی۔ یہ بہت طرف پہنچے کی ہات ہے، یکن حاتم بیگ کی
طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی، ان حالات میں کوئی اس
شخص کے خلاف کوئی قدم کس طرح آشنا کئے تھا۔ میں تو آج
تک جیلان ہوں۔ حاتم بیگ لوٹ کر گیوں نہیں آیا۔ اس نے
اپنی زمین کی نمبر گیوں نہیں لی۔ کیا اس نے زمین اس نامہ میں
شخص کو گرانے پر دے دی تھی اور اسے اس پر عمارت بنانے
کی اجازت خود دی تھی۔ یہ ہاتھی میں نے اکثر سوچی ہیں، یکن
کسی نیچے پر نہیں پہنچ سکتا۔

• یہ تو آپ نے ہمیں بہت بھی بات سنادی۔ اُن نہدا۔
یہ کیا پچکر ہے۔ اب ہمیں پھر شہر جانا ہو گا۔
ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا، ایشیش پہنچے، گاڑی کا افخار
کرتے رہے، اکثر شہر پہنچے اور سیدھے حاجی سراب صاحب کی
خدمت میں ماضی ہوتے۔

• آپ لوگ پہنچ گئے۔ یکن یہ خیال دل سے نکال دیں کہ
میرے درست کا ایک یا پھر پوٹ مارٹم ہو گا۔ اب اے

ہم اس بڑے پچک پر یہٹ گئے، پھر بھی اسیں بیت
سی جگہ پنج گئی۔ یہ دیکھ کر آفتاب بول آشنا:
• یہ پچک تو کسی جن کا پچک ہے؟
• نہیں بھئی۔ میرا اپنا ہے: پھر کیدار نے برا مان کر کہ اور
ہم سکرا کر دے گئے۔

بیج کو نہ است بھی اور میں والی بونی کا ملا، یہ ناشتا ہم
نے زندگی میں پہلی مرتبہ کی تھا، بہت مزا آیا۔ پھر ہو کیسا دار
کے ساتھ ہم اس دفتر میں پہنچے۔ دفتر کا سوک گرم جوشی سے
سے ملا۔ وہاں اور تھا ہی کون جس سے وہ گرم جوشی سے
ملتا۔ شاید انتظار کرتے کرتے اس کی عرگز رعنی تھی۔ یہاں پر
شہری ہنگے نہیں تھے۔
• ان لوگوں کو اُتم بیگ کی زمین کے بارے میں معلوم کرنابے۔

• کہ اس زمین کا حسنبدار کون ہے؟
• کوئی بھی نہیں۔ وہ زمین تو آج ایک اُتم بیگ کے ہی
نام ہے۔ یہاں تک کہ اس کے بیٹے حاتم بیگ نے اپنے نام بھی
نہیں کراتی۔

• یہ آپ کی کہ ربے ہیں۔ میں یہ نہیں پہنچا رہ گیا، یکونکہ اس
کا مطلب تو یہ تھا کہ حاجی سراب نے بھوٹ نہیں بولا تھا۔
• بھی بات ہے، جو بتا رہا ہوں۔

دن کیا جا پچکا ہے :

"آپ کے دوست کی زمین نہیں لکھتے کہتے رک گی۔

"زمین - ہاں - کیا ہوا زمین کو :

"کیا وہ کسی نے طریقی سے تھی ؟

"نہیں تو - یہ تم سے کسی نے کہ دیا؟

"اس زمین پر عمارت بن پچلی ہے - ایک بہت طویل
تمادت - اتنی کہ آپ سچھ بھی نہیں سکتے :

"یہ - یہ آپ کیا کہ رہے ہیں :

"وہی جو کھنڈ پر مجھم ہیں :

"آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی ؟

"ہم گاؤں روادات سے ہی پڑھے آئے ہیں :

"کیا اُنہیں سراب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں -

"جی ہاں ! یہی بات ہے :

"تو پھر آپ لوگوں نے وہاں کیا دیکھا ؟

"یہی کہ آپ کے دوست کی زمین پر ایک بہت طویل
تمادت ہے - عجیب و غریب عمارت اور اس پر دھوئیں کا ایک
مینار بھی ہے :

"دھوئیں کا مینار - یہ - یہ آپ کیا کہ رہے ہیں - حاجی سراب
کی آنکھیں باہر کو اُنہیں آئیں -

"کیا یہ بات آپ نے زندگی میں پہلی مرتبہ سننی ہے : یہی نے
بے یقینی کے عالم میں کہا۔

"ہاں بالکل - مجھے تو یہ معلوم تھا کہ وہ زمین اب بھر
پڑی ہے :

"یہیں آپ ایسا نہیں ہے - اور اس کا مطلب یہ ہے کہ
کوئی بہت گھری سازش بھے - آپ کا کیا خیال ہے :

"میرا اور آپ کا اختلاف اگر تھا تو پوست مارٹ سے -
اب یہ رہتے دوست کو دفن کیا جا پچکا ہے ، اس لیے میں ابھی ہے
حدم کرنے کی گزش شروع کرتا ہوں کہ وہ عمارت کس نے بنائی
ہے اور کس قانون کے تحت بنائی ہے :

"ہم بھی یہی چاہتے ہیں - کہ آپ یہ بات معلوم کریں -
اب نہیں اجازت دیں ، ہمیں بھی کئی ضروری کام کرنے ہیں - یہی لے
انٹھتے ہوئے کہا۔

باہر پکل کر ہم آئی جی صاحب کی طرف روانہ ہوتے ہیں :

"ہم نے بڑی غلطی کی - ہمیں اس عمارت کا اندر سے جائزہ
لے کر آتا چاہیے تھا - اشناق بولا۔

"اس میں خطرہ صرف یہ تھا کہ کیسی ہم واپس نہ آسیں اور
تمادت کا راز راز بھی رہ جائے - اب جب کہ ہم ایک سے
زاندہ اور میوں کے علم میں یہ بات لاپچکے ہوں گے تو پھر ادھر کا

رخ کر لیں گے؟ میں نے کہا۔
یہ شیک رہے گا:

اغوار عالم صاحب دفتر میں موجود تھے، ہمیں دیکھ کر
نمکرا دیے:

کیا کوئی اور مستند پیدا ہو گیا ہے؟

بھی نہیں۔ ابھی تو وہی حل نہیں ہوا۔

اوہ۔ تو تم نے ابھی سمجھ اس کا جیچا نہیں پھوردا۔

آپ تو جانتے ہی ہیں، زہر والی بات درست ہے:

ہاں! یکنہ وزیر داخلہ کے سیدھی بیسے دل = پاہتے ہیں کہ

ہم اس معاملے میں = بدھیں!

اوہ ہم مجبود ہیں، اس معاملے میں دھپی لیے بغیر نہیں
روہ سکتے۔

کیا مطلب ہے؟ آئی جی صاحب چونک اٹھے۔

مطلوب ہے کہ۔ حاتم بیگ کی گاؤں را دات میں کچھ زمین تھی

ہاں باپ کے انتقال کے بعد حاجی سراب اسے شریے آئے۔

اور اپنے ساتھ رکھ لیا، اس وقت سے لے کر وہ اب تک ان
کے ساتھ ہی رہا۔ یہاں سمجھ کر مر گیا۔ اور گاؤں را دات میں
اس کے والدین کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد ہی کسی نا مدد
اوی نے ان کی زمین پر ایک بھی چھوڑی عمارت تعمیر کر لی۔

وہ عمارت بہت بیجی ہے اور پر اسرار بھی۔ گاؤں کے دل
اے آپھی عمارت سمجھتے ہیں اور اس کے زدیک بھی نہیں پہنچتے،
اس شخص نے زمین خریدی نہیں، یعنی پھر بھی اس نے عمارت
تعمیر کرائی اور اب بھی بالک بنا پہنچا ہے۔ آخر یہ سب کیا
ہے۔ اس کے علاوہ بچے ایک بات اور کٹک رہی ہے۔
اوہ وہ کیا آئی جی اغوار عالم صاحب اب پوری طرح متوجہ
ہو چکے تھے۔

یہ کہ حاتم بیگ کے والد کی بہت اچانک واقع ہوئی تھی،
چند ماہ بعد والدہ بھی اپاٹک ہی فوت ہو گئی تھیں۔ اور ان کی
وفات کے قریب بعد حاجی سراب اسے لے کر شہر آگئی تھا، اس کے
بعد وہ پھر کبھی گاؤں نہیں جا سکا۔
ہوں۔ حالات واقعی انتہائی سختی خیز ہیں۔ انھوں نے

سر ٹھیکیا۔

میں تو آپ کو اس سے بھی زیادہ سختی خیز اتیں بتا سکتا
ہوں، یعنی وہ صرف میرے اندازے ہوں گے۔ بھبھ کہ یہ باتیں
ایسی ہیں جیسیں کوئی جھلک نہیں سکتا۔

تو تم یہ کتنا چاہتے ہو کہ حاتم بیگ کے والدین کو بھی بالک
کیا گی تھا؟ آئی جی صاحب بولے۔

بھی ہاں۔ میں نے نے بھروسہ انداز میں کہا۔

اور ان کے چہردن پر حیرت بھیل گئی۔



"اور کیا انداز سے یہی تھمارے شوگی۔ میں ضرور منون ہوں گا۔ چاہے وہ بعد میں خلط ہی کہوں نہ ثابت ہوں۔"

مہرود۔ کیوں نہیں۔ مجھے ایسا موسوس ہوتا ہے۔ کسی طرح عاتم بیگ کو اپنی زمین پر بنائی جانے والی عمارت کے باہر میں ہم ہو گیا تھا۔ اس نے ٹھکاؤں میں جا کر مالات کا ہائنزہ لینے کا پروگرام بنایا، لیکن اس پر چارے کی راستے میں دنیگی کاٹ دی گئیں۔ کیونکہ سر۔ موڑ کھنڈاں سے ایک راستے ٹھکاؤں راوات کو جاتا ہے اور کار سے جانے والے لوگ اسی طرف سے چلتے ہیں۔"

"ہوں۔ اس کا نبودست امکان ہے۔ آجی بھی حاصل برے۔"

عاتم بیگ کو بے ہوشی کی عالت میں ایک طرک ٹورا یخور اٹھا کر لایا، اگر وہ نہ اٹھا لتا تو شاید وہ وہیں ہلاک ہو جاتا۔ لیکن دراصل اس کی زندگی کے ابھی کچھ دن باقی تھے۔ جب اسے گھر سے آیا گی اور وہ کسی قدمہ بولنے کے قبل پر گیا تو اس نے سب سے پہلی فرمائش یہ کہ کہ ہم لوگوں سے اسے ملوا یا

چاہئے۔ تاکہ یہ سرانح نگایا جا سکے کہ دنیگیں کس نے کاٹیں۔ دراصل اسے اس وقت تک عاجی سہراپ پر تکل ملعو پر شک ہو چکا تھا۔ اور اس نے یہ خیال کریا تھا کہ اس پر حد اس کے دوست نے ہی کرایا ہے۔ اسی لیے اس نے ہمیں بلوایا اور علمدگی میں ہات پھیٹکی۔ لیکن اس ہات پھیت کے دوران ہی شگی صاحبہ اور عاجی سہراپ صاحب اندر داخل ہو گئے اور ڈکٹر تکل د ہو سکی۔ اور ہر خلدو گھوسن کر دیا گی کہ عاتم بیگ کیسیں ہمیں کوئی ایسی بات دبتا دے جو ان کے غلاف ہائے۔ اس لیے انہوں نے زہر سے کام یا اور عاتم بیگ کی زندگی کا پڑانگ تکل ہو گی۔ پس تو پوست مارٹم کرایا، ہی نہیں جا رہا تھا، جب ہم اڑ گئے تو ہمیں غاموش کرنے کے پیسے فرمی پوست مارٹم کرایا گیا۔ ڈاکٹر ریاض اکرم کا مت روشنوت سے بند کر دیا گیا۔ درستے ڈاکٹر کو پوست مارٹم نہیں کرنے دیا گی اور سیکرٹری صاحب کو درمیان میں لے آئے۔ ان حالات میں ہم کہاں رکنے والے تھے۔ ٹکاؤں راوات پہنچ گئے اور اس عمارت کو باہر سے دیکھ آئے۔ اندر داخل ہونے کی کوشش اس پیسے نہیں کی کہ کیسیں پہنچ نہ جائیں اور آپ تک عمارت کا راز نہ پہنچا سکیں۔ یہ ہم کل حالات۔ اب آپ کا کیا خیال ہے۔"

تم نے بخوبی حیرت زدہ کر دیا ہے شوگی۔ میں جیران ہوں کہ

بُخ لئے ملک دوسری طرف کی گھنٹ نہ رہے اور پھر تھے تجھے انداز میں
رسیور رکھ کر بھاری طرف دیکھنے لگے :

”خیر تو ہے رہے :
”بھاری شکایت سیکڑی صاحب ملک پڑھ گئی ہے۔ وہ تم سے
بہت ناراضی ہیں اور انہوں نے کہا چے کہ تم دگوں کو گھر میں نظر نہ
کر دیا جائے :
”اہو !

”ہم دھک سے رہ گئے۔ سونپا بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک دن
یہ گھم بھی سننا ہو گا۔

اس عمارت میں کیا ہو رہا ہے ؟

”یہ تو اس کے اندر پہل کر ہی معلوم ہو گا، اگر آپ اسی
وقت بھاؤں راوات کی طرف روانہ ہو جائیں تو وہ گھنٹے بعد ہم اس
مارت کو گھر سے میں لے پکے ہوں گے :

”شوکی۔ پچھے سوچنے دو۔ تم نہیں جانتے۔ ہم کہاں کھڑے
ہیں۔

”بھی ہم۔ آپ کے دفتر میں ہیں۔ کھڑے ہوئے بھی نہیں،
بکر بیٹھے ہیں۔ آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

”ذائق نہیں بستی۔ میں بہت سمجھدہ ہوں۔ کیا تم سکاؤں سے
اکر ساجی سراب سے مل پکے ہو ؟

”بھی ہاں !

”یہ تم نے فلپی کی۔ وہ اب ملک بھارت سے راستے بند کر چکا ہے
لیکن انہوں نے مایوساہ لے چکے ہیں کہا۔

”کیا آپ یہ کہنا پاہتہ ہیں کہ وہ ہمیں اس سے میں کوئی قدم
نہیں آٹھانے دے گا :

”ہاں ! میرا خیال ہی ہے۔

”اس کے باوجود کہ اس کا ہر جنم باکل خالہر ہو چکا ہے۔

”ہاں ! وہ بہت اثر سوچ والا آدمی ہے۔ وہ بدلے۔
میں اسی وقت غن کی گھنٹی بجھی۔ انہوں نے رسیور آٹھا یا۔

شاندار حجم

شاندار حجم

پہنچنے ملک ہم خاموشی سے ایک درسرے کو دیکھتے رہتے۔ آخر میں نے کہا:

پھر۔ اب آپ کیا کہتے ہیں؟

جیران اور پریشان ہوں کر کیا کہوں؟

ہمیں آپ بے شک گھر میں نظر بند کر دیں، لیکن اسی عمارت پر چھاپ ضرور ماریں اور چھاپے کا پروگرام اس طرح بنائیں کہ آخر دم تک کسی کو معلوم نہ ہو کہ چھاپ کیاں مارنا ہے: میں نے اُس انداز میں کہا۔

میں بھی بھی سوچ رہا ہوں، لیکن یہ کارناہ سراسر تھا را بھ گا اور تم گھر میں نظر بند ہو گے۔ یہ میں کسی طرح رد اشت میں کر سکتا، لہذا آؤ میرے صاحبہ پڑو۔

بھی۔ کہاں پہنچیں؟

سیکرٹی صاحب کے پاس؟

”مریانی فرمائ کر، میں ساتھ نہ سے جائیں۔ پہنچنے خود یاد کر لیں، لیکن اپنی بھی یہ بھک نہ پڑھے کہ ہم کیا قدم اٹھاہا چاہتے ہیں، آپ کی ہات سن کر اگر انہوں نے ہم پر پابندی فتح کر دی تو پھر آپ اہم بھان بھی چاہے ساتھ لے جائیں۔“

”بہت اپنے شوکی۔ تم واقعی قانون کا بہت احترام کرتے ہو، اچھا تم ہیں انتخاب کرو۔“

”اوہ اگر کسی نے آپ سے پوچھ دیا کہ ہمیں ابھی تک نظر بند کیوں نہیں کی گئی؟“ اشتفاق ہوا۔

”میں کہہ دوں گا کہ فی الحال میں نے تم دگوں کو اپنے دفتر میں نظر بند کر دکھا ہے۔ وقت ملتے ہی گھر میں منتقل کرو۔ دوں گھاہ: انہوں نے ملکا کر کھا اور باہر نکل گئے۔ آدھ گھنٹے بعد ان کی واپسی ہوئی۔ آتے ہی، ایسا ہوتے ہے:“

”وہ بھی۔ تھا دی نظر بندی تو ختم کرا آیا ہو۔ اب ہم چھاپے کا پروگرام ترتیب دیں گے۔“

”بھی داد۔ پھر تو مرا آگئی۔“

آئی بھی صاحب نے پوری استھان سے انعام کیے اور آخر بیسوں کا قیفل روایہ ہوا۔ راست بھی بہت پتک والا اختیار کیا گی تا کہ کسی کو شک ہی نہ گز کے کہ بیسوں کا یہ قابلہ کہاں چادر ہے اور اسی طرح وہ لختہ کی جائے ہم پار لختہ میں کاون راوان

کی حدود میں داخل ہوئے، مزید احتیاط کی جگہ کرکھاں کے
اندر داخل ہونے کی بجائے اور ہی اور سے عمارت کی طرف
پہنچ رہے، یہاں تک کہ عمارت نظر آنے لگی۔ اب سب لوگ
بینپول سے آتے آتے۔ اور یہم دائرے کی صورت میں عمارت سے
ڈور رہ کر اس کے گرد گمراہ ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ گیرا
کھل ہو گی۔ انوار عالم ماحب اپنے ماتھوں کو ہدایات پہنچے ہی
لے پکے تھے۔ اب انھوں نے ہم سے کہا:
“آؤ بھی۔ اب ہم عمارت کے اندر پہنچیں۔”

شکریہ سر۔ بہت ہی خوبصورتی سے عمارت کو گھیرے میں
یہیں، آپ کے انظام کی داد دینا پڑتا ہے:
“بھنی تھریلیں سکلت مجھے پسند نہیں آتے۔ آؤ چلیں۔ انھوں
نے من بننا کر کہا۔

ذھوںیں کا مینار اب بھی لفڑ آرہا رہا تھا، اگرچہ دھوپ
کی وجہ سے اب یہ بہت پکا تھا۔ رات کے وقت تو یون لگتے
رہا تھا جیسے شہس ذھوںیں کا ہو، حالانکہ ذھوں شہس ہو، ہی
نہیں سکتا۔

مارت کا دروازہ لوہے کا تھا۔ اور بہت بلند تھا۔ پوری عمارت
میں کسی زبان کی موجودگی کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے اور نہ کوئی
گواز سنائی وسے رہی تھی۔

”یہاں تو کوئی بھی معلوم نہیں ہوتا۔ آئی جی صاحب۔“
”یہ تو اور اچھی بات ہے۔ ہم خاموشی سے اندر کا جائزہ لے
سکیں گے۔“
”ہوں۔ اور میرا خیال ہے، کتنا بھی۔ ہی پاہیے۔“
”کہ کہ کراخون نے دیاں لاتہ بلند کی اور انگھوں سے اشارہ
کیا۔ فوراً ہی پاہ نوجوان بام کی ایک بھی یہڑی سے کہ عمارت کی
طرف بڑھے۔ یہڑی دیوار سے لگا دی گئی۔
”پہنچے میں پھٹ پر آتیوں گا۔ پھر تم۔ انھوں نے کہا اور
بلدی بدلی اور پڑھنے لگے۔

”پھٹ پر وہ پہنچ گئے اور میں اشارہ کیا۔ ہم چاروں بھی
باری باری اور پہنچ گئے۔ ہم نے دیکھا، وہ ایک لکھ میدان بھی
پھٹ تھی۔ میں درمیان میں لٹا تھا اور اس خلا میں سے ایک
بیب کی وضع کی چیزیں اور ناشی ہوتی تھیں۔ ذھوں اسی میں سے
نکل رہا تھا۔ اور میثار کی صورت اختیار کرتا پا رہا تھا۔

منڈیر کے ساتھ مادقہ پہنچتے آخر ہم نیتھے تک پہنچے، یہیں
زین بند تھا، اب میں یہڑی اور انھاتا پڑھی، پھر اسے پہنچے
لگا دیا۔ یہڑی نیچے تک گئی۔ اور ہم باری باری پہنچے اترنے
لگے۔ اب بہادرے دل اور فور سے دھڑک رہے تھے۔ پچھے ایک
بہت بڑا صحن نظر آیا۔ اس صحن کے چاروں طرف گیراں ناکرے

بنتے ہوئے تھے۔ ان کردوں میں عق کشید کرنے کی قسم کی بیٹیاں
سی لگی ہوئی تھیں۔ ان بیٹیوں پر دو گل کلام کر رہے تھے۔
انہر ایک تیر شور مسلسل کوئا رہا تھا اور شاید اسی شور نے ان
وگوں کو اب تک بخاری موجودگی سے بے خبر رکھا تھا۔ پس
اسی وقت کامنگ بجا۔ شور قسم گیا اور ایک جانی پچھائی کی کوئی
گونجی:

”میونگ کا وقت ختم ہو گیا۔ اب سب دو گل آدم کریں۔
کل بستنے کا آخری دن ہو گا۔ تم سب کو اپنے اپنے کردوں
کو جانے کی اجازت ہو گی۔ واضح رہے کہ یہاں بتنی سخنواہیں
تم میں سے کسی کو کہیں سے بھی نہیں مل سکیں گی۔ لہذا اس
نیکڑی کارداز راز رکنا آپ کے اپنے مقاد میں ہے۔ اگر یہ
نیکڑی نہ رہی تو آپ دو گل سے روزگار ہو جائیں گے۔ مہذب
دینا تم لوگوں کو کلام دیے گل نہیں۔ کیونکہ تم سب کے سب جوام
پیش دو گل ہو، حاضرہ نہیں جوں نہیں کر سے گا۔ اس وقت تم
بچھاؤ گے کہ ہم سے یہ کامنلی ہوئی، لیکن اس وقت بچھانے
کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اب تم دو گل اپنے اپنے کردوں میں جا
لکے ہو۔ آواز آئی۔ سند ہو گئی۔ سمت کا اندازہ ہم پختے ہی
گلا پکھے تھے۔ لہذا فرمادی پورچھڑہ کے اور میرزا بچھوں لی۔
جلد کر دیکھا تو دو گل ان گیراج ناکردوں سے بکھ شروع ہو

گئے تھے۔ ہم آدم گھٹے تک جا رہی رہا۔ یہاں تک کہ
خاہوں کی پھاٹی۔ اب ہم نے پھر میرزا بچھے لٹکا دی۔ اور
آئنے لگے۔ میں اسی وقت ایک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک
آدمی باہر نکل کر میں کی عرف آتا نظر آیا۔ اسی وقت اس نے
بھی میرزا بچھے کو دیکھ دیا۔ اس کے پھرے پر جرعت کا ایک ایسا
عام نظر آیا کہ کبھی کسی پھرے پر نظر آیا ہو گا۔ دوسرا
ہی لمحے اس کا ہاتھ جب میں ریک گیا۔ اور آئی بھی صاحب
نے پھر قل و کھانی اور اس سے پستے پتوں نکال دیا۔ پھر اس
سے پستے کر دہ خاکر کرتا۔ انھوں نے اس کے ہاتھ پر فائز
جو نک دار۔ گولی اس کے ہاتھ کی پشت پر لگی۔ پتوں اچھلا۔
بے اشناق نے پکھ کر دیا۔

”خوبصورت پکھے آئی بھی صاحب نے تعریف کی۔ اور بھرم کے
ہاتھ سے خون پسوت یہ۔

”تم سے یہاں جل کر بہت خوشی ہوئی ڈاکٹر بیاض اکرم۔
میں سچھ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں تم ہو گے، ہم تو جابی
سراب کی امید سے کر آئے تھے۔
بیاض اکرم نے کوئی جواب نہ دیا، اس کے چھٹے پر
شدید تکیت کے آثار تھے۔

کی طرف سے اس احکام کی امید نہیں رہی تھی۔
اور یہ اور یہ اسے۔ یہ کی، جیسی گولی پڑا دوں گا: اشناق نے گبرا
کر کے اپنے پستول کو دونوں ہاتھوں میں قائم کر ہالی کا رخ ڈاکھر
دیا۔ ان کے احکام کی طرف کر دیا۔ اس کے ہاتھ مزدورت سے زیادہ
ہی کانپ رہتے۔

تمہرو اشناق۔ گولی: پڑانا، کیونکہ تم ایساڑی ہو۔ گولی
بیس بھی لگ سکتی ہے۔ یہ کہ کر میں آگے بڑھا اور ریاضی اکرم
کو سر کے ہاتھ سے پکڑ دیا اور یونچے کی طرف کیپنچا۔ آئی جی
صاحب کے لیے اتنا بھی موقع کافی تھا۔ انھوں نے اسے اپنے
اوپر سے اچھال دیا۔ میکن اس کا نیچر ہے ہوا کہ میں بھی اس
کے ساتھ گرا۔ کیونکہ میں نے اس کے ہاتھ پکڑا کر کے تھے۔
بچے گرتے دیکھ کر آفتاب کو غصہ آگی، اس نے ایک لالت ڈاکھر
کے پیٹ میں دی ماری۔ جو اخلاق کے لگی، کیونکہ اخلاق بھی
اسی وقت یہری مدد کے لیے آگے بڑھا تھا۔ اتنے میں آئی جی
صاحب نے آگے بڑھ کر اس کے منز پر ایک نمکان دے مارا۔
یہ نمکان بہت زبردست تھا، اس کی ناک سے نہون، بہ نکلا۔ اور
پھر انھوں نے ہم سے کہا:
”چاگر دروازہ کھوں دو۔ تاگر ہمارے ساتھی اندر آسیں۔“
دروازہ سختہ، ہی ان کے ماتحت پوری استیuat سے انہوں

اکمل ہم بہت برسے خلیے کے آواز دے پکے ہیں۔ ناک کی
آواز تمام مزدوروں نے سن لی ہو گی اور وہ آکر ہم پر ٹوٹ پڑیں
گے: آفتاب نے پریشان ہو کر کہا۔

”نہیں۔ ان میں سے ایک بھی نہیں آئے گا!“

”یر۔ یہ آپ کیا کہ رہے ہیں سر؟“

”میں شیک کر رہا ہوں۔ میں اس عمارت میں گوئنے والا
شودہ باہر نہیں دیا تھا۔ نہیں۔ لہذا ثابت ہوا، یہ عمارت
مکمل طور پر ساختہ پر وفت ہے۔ اسی لیے تو آنچیک کی نے
اسی عمارت سے کوئی آواز نکلتی نہیں بنتی۔ اس وہی آوازیں
نہیں دیتی ہوں گی۔ جو عمارت کو آسیب زدہ پیدا کرنے کے
لیے پیدا کی جاتی ہوں گی۔“

”اوہ! ہم سب کے منز سے ایک ساتھ نکل۔“

میں اسی وقت ریاضی اکرم نے آئی جی صاحب پر چلا گک
لگائی اور یہ چلا گک پکے ایسے ماہراز انداز میں لگائی گئی تھی
کہ آئی جی صاحب سنبھل پکے اور اس کے ساتھ دھڑکام
سے گرے۔ شاید انہیں اس کے زخمی ہو جانے کے بعد اس

داخل ہے۔

اُش کا پورٹ مارٹ نہیں ہونے دیا۔ اور اگر کرایا جی تو ڈاکٹر
ریاض اکرم سے۔

”نکرد کرو۔ اب ہم یہ سے حاجی سراب کے پاس پہنچے ہے
ہیں۔ ہم کسی کام کوئی صحت نہیں دینا چاہتے۔“
دو گھنٹے بعد ہم حاجی سراب کی کوشش پر موجود تھے۔ فناہ
نے بھیں ڈرانگل روم میں بٹھایا۔ بحدیہی حاجی سراب انہوں
داخل پہاڑا۔

”اے۔ ہے۔ یہ کیا۔ ڈاکٹر ریاض اکرم کے ہاتھ میں ہٹھکڑیں۔“
”جی ہاں۔ اسی آپ کے ہاتھ میں بھی لنظر آئیں گی۔ آتی ہی
حساب نہ ٹڑی بیٹھے میں کہا۔
”کیا مطلب ہے حاجی سراب اچل پڑا۔ اس کے پہت پر
خون کے آثار طاری ہو گئے۔
”بیٹھے بیٹھے۔ پہلے تمام حالات سنیں ہاں شوکی۔
حالات تم سناؤ گے۔“

”جی بسترا میں نے کہا اور حالات سنانے شروع کیے۔ حاجی
سراب کی آنکھیں حیرت سے پھلتی پھلی گیں۔ آخر یہ رسم خاموش
ہوتے پڑوہ پڑا آٹھا۔“

”آٹھ گھنٹا۔ میں نے کیا سنائے۔ اور آپ لوگ خیال کر
رہے ہیں کہ یہ سب کی دھرا میرا ہے۔“

۱۱۶

”ہر کمرے کے دروازے پر ہیچ چاؤ۔ ہاکر اجیس بیڑ کی
نخان کے گرفتار یہ جا گئے۔
چانپریسا ہی ہے۔ ایک گھنٹے تک سب لوگ گرفتار یہے
جا پکے تھے۔
”یک مر۔ یہاں ہوتا کیا رہا ہے؟ میں نے بھی پہنچ پہ
کر کما۔“

”ابھی ہم ان گیراٹ فناکروں کو دیکھتے ہیں۔“
پوری حدودت کے کروں کو دیکھا گی۔ اور یہ حقیقت ظاہر
ہوئی کہ وہاں ولایتی شراب تیار کی جاتی تھی۔ اور داؤں کی
شیشیں میں بند کر کے بانداڑ میں بسی جاتی تھی۔ دوا کی یہ
شیشی صرف ڈاکٹر ریاض اکرم اور اس کے ایکٹوں کو
لکھ کر دیتے تھے۔ اس طرح آسانی سے سب کے سامنے
شراب مارٹ کر لیتے تھے، جب کہ پہرے ملک میں شراب پر
ذبہ دست پابندی تھی۔

”یہ سب تو ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ اصل مجرم کون ہے؟
میں نے سوال آٹھایا۔“

”اور ہاں۔ یہ بہت اہم سوال ہے۔ کیونکہ بخار سے خیال
میں تو اصل مجرم حاجی سراب ہے۔ یہ دھی تو خدا جس نے

۱۱۵

اُن بِكْلٍ :

” نیں ہرگز نہیں۔ میری آنکھیں تو زندگی میں پہلی بار کھلیں ۔ ”

” کیا مطلب۔ زندگی میں پہلی بار کھلی ہیں ۔ ”

” اُن : جب مجھے اپاٹک ماتم بیگ کے والد کی وفات کی خبر می تو اس وقت ڈاکٹر ریاض اکرم میرے پاس موجود تھے ۔ ”
” بھی میرے ساتھ گئے، پھر اس کی والدہ نے دفاتر پانی تو اس وقت بھی ڈاکٹر ریاض میرے پاس تھے۔ اور میرے ساتھ گئے۔ اس وقت انھوں نے ہی مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں اپنے دوست کو اب وہاں نہ رہنے دوں، یہوںکہ اس تینا گھر میں اس کے پال ہو جانے کا ٹوٹ ہے۔ ” ایک ڈاکٹر کا مشورہ تھا، میں نے عمل کیا۔ مجھے یوں بھی اس سے بہت بہت تھی ۔ ”

” بھر یہ بھی ڈاکٹر ریاض ہی تھے جنھوں نے مجھ سے کہا کہ اب میں کبھی بھی اپنے دوست کو گاؤں میں نہ چانے دوں، یہوںکو اس کے اندر پال ہوں کے جراہیم ہیں۔ پھر ایک دن چب میرا دوست کیسیں گیا اور بٹ کر دیا۔ پھر آیا تو اس کی ٹانگی کئی ہوئی تھیں۔ تو بھی میں نے ملاجع کے لیے ڈاکٹر ریاض کو ہی بلایا تھا۔ اب میں سمجھا۔ میرے دوست کو زہر انھوں نے دیا تھا اور میں شوکی را درز کا وہم سمجھا رہا۔ میں نے ڈاکٹر ریاض کو کوئی

روشنی نہیں دی۔ ایسی تو روشنی دیتے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اُن میں نے وہ سرے پوست مادم کو رکھا تے کی روشن ضرور کی تھی، یہوںکے میں اپنے دوست کے مردہ جسم کی بے خوبی روشنی نہیں کر پا رہا تھا۔ یہ یہیں کل حالات۔ میرا جنم تو ایک فیصد بھی نہیں ۔ ”

” میرا بھی یہی تیوال ہے۔ یہ منصوبہ دراصل ڈاکٹر ریاض اکرم کا اپنا تھا۔ شاید یہ بہت عرصے سے شراب کا کافی پلانٹ تھا کہ سوچ رہے تھے، لیکن کافی مناسب جگہ نہیں مل رہی تھی۔ یہ اس گھرانے کے ڈاکٹر تھے۔ حاتم بیگ سے بھی واقع تھے۔ اور ان کے حالات سے بھی؛ پھر ان کے ڈاکٹر میں ایک انوکھا منصور آیا۔ اور انھوں نے گاؤں میں باکر ماتم بیگ کے والد اکرم زہر دے دیا۔ ”

” کیا۔ زہر دے دیا؟ حاجی صراب نے چلنا کہا۔ ”

” اُن اور اس کے بعد ماتم بیگ کے والدہ کو بھی۔ ”

” نہیں؛ حاجی صراب کی آنکھیں چھٹی کی پٹٹی رہ گئیں۔ ”

” سماں کو اپ کو متعدد دے سکے کہ اپنے دوست کو اپنے ساتھ رکھ لیں اور اسے اور مدد آئے دیں۔ یہ ہے کل کہانی۔ کتنی خونک کہانی ہے۔ ”

” تو پر تو پر۔ اپ کو تو مجھے الجھا رہے تھے۔ ”

"در اصل حالات اور واقعات سب آپ کرہی سہرا ب جلدی کہا۔
کو قاضن کے حوالے کر دیا۔ آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔
رہے تھے۔ بس ایک خیال مجھے ملتا رہا جو آپ کو سہرا کرنے
کے مجبور کر رہا تھا۔ مسر : میں اسی سے رم شخی سے ایک سوال پوچھنا پا رہتا
ہیں۔ اشتفاق بول۔

"ضرور پوچھو : تو مسکراتے۔

"حاتم بیگ کی ٹھانگیں کیوں کھائیں گئیں۔ اپس دیے ہی تو ہوتے
کے گھٹ آتے رہا جا سکتا تھا۔

"میں نے سوچا تھا۔ اگر زہر دیا تو شک کیا جا سکتے ہے۔
لہذا اپنے آدمیوں کے ذریعے سے اسے اخوا کرایا اور پارہ کاٹنے
کے لیے میں پرٹ کر پہیہ تھا دیا۔ لیکن ، سہرا بھی پیغام گیا تو
بودا۔ کمال کا چالاک شخص ہے۔ آئی بھی صاحب بھوئے۔
لیے ہے پھیں ہو گیا تھا۔ اور حاجی سہرا ب کے روکے بھی نہیں رک
تا تھا۔ حاجی سہرا ب نے اس کی یہ گفتگو بھے بنائی۔ اور میں
اسن اقدام پر بجور ہو گی ، یکو ٹکڑا اگر یہ ٹکاؤں چلا جاتا تو ضرور
اپنی زمین پر بھی جاتا۔ نہ جاتا تب بھی ٹکاؤں کے لوگوں کے ساتھ اس سے
زمین کی اور زمین پر بنائی جانے والی محاذت کی بات ضرور کرتے،
بیس اس وہ سے میں یہ قدم اشانتے پر بجور ہو گیا۔ ڈاکٹر ریاض اکرم
نے کہا۔

"اور حاتم بیگ کے والدین کے سے میں کیا کہتے ہو ؟ میں نے
بولچا۔

"اد وہ کیا ہے حاجی سہرا ب جلدی سے بولے۔
ہے کہ اگر آپ سہرا ب ہوتے تو میں اور حاتم بیگ کو کسی
بنائی میں بات نہ کرنے دیتے۔ وہ تو یہ ہے کہ حاتم بیگ
بھی آپ کو ہی نہوم خیال کرتا رہا۔"

"اد وہ ! حاجی سہرا ب کے مذہ سے نکلا۔

"اد وہ یہ شخص دراصل آپ کے کندھے پر رکھ کر بندوق
چلانا رہا۔ کمال کا چالاک شخص ہے۔ آئی بھی صاحب بھوئے۔
آپ لوگ خود سوچیجے۔ میرے پاس تو پستھے ہی ہے تماش
دولت ہے۔ لاکھوں روپے سالانہ تو میں نیجرات کر دیتا ہوں۔"

"میرے تو جائز کار و بار اس قدر ہیں کہ بتانیں ملتا۔ پھر سہلا بھے
یہ ٹکاؤں کا دد بار کرنے کی یہ ضرورت تھی۔ حاجی سہرا ب نے پر مکون
آواز میں کہا۔

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ آپ کا اس سہرا میں قلعنا کوئی جمع نہیں،
یہ بات طے ہے۔ میں نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے۔ ہم خارج ہوئے۔ ہم نے بے حدے
حاتم بیگ سے بچ پانچ پڑا رہیے تھے، ان کا حق ادا کر دیا۔ ان کے

”ٹھیک ہے۔ ان کا قاتل بھی میں ہوں۔“

”اور شوکی نے یہ اندازہ پسندے ہی لگا دیا تھا۔ میری طرف سے اس کا میابی پر مبارک ہادِ قبول کرو شوکی۔“

”جی، بہتر۔ بہت بہت شکریہ۔ قبول کی میں نے مبارک ہاد۔“

”یہ جمُد تو اپ نے ایسے انداز رس کہا جیسے نکاح کے موقعوں پر کہا جاتا ہے: آنکاب نے فرد آ کر۔“

اور سب کے پھرول پر مسکرا ہٹ پیل گئی۔ مسکرا ہٹ اگر نہیں تھی تو مجرم کے پھرے پر۔